رجسٹرڈ آصفیہ نمبر (۱۸۰)

شرح چندہ
سالانہ ...... للعہ
ششماہی ...... عہ
سہ ماہی ...... عہ

قیمت فی پرچہ (۲ر)

فرخندہ بنیاد حیدرآباد دکن

مملکت
ہفتہ وار

اڈیٹر
میر حسن الدین بی اے ال ال بی (عثمانیہ)

رجسٹرڈ انگلشیہ نمبر

شرح چندہ
سالانہ ...... للعہ
ششماہی ...... عہ
سہ ماہی ...... عہ

قیمت پرانا پرچہ (۴ر)

جلد (۲) | ۹ر مہر سنہ ۱۳۵۱ف | ۲ر شعبان سنہ ۱۳۶۱ھ | ۱۵ر اگست سنہ ۱۹۴۲ء شنبہ | نمبر (۱۸)

قوم پرست مسلمانوں کا موقف

خود ارادیت اقلیتوں کا فطری حق ہے

ایک "حقیقت پسند" کے قلم سے

گزشتہ تیرہ سال سے قوم پرست مسلمانوں کا پوزیشن بہت بے ڈھب رہا ہے۔ ان کا موقف کسی طرح قابل رشک نہیں۔ انہیں انتہا پسند ہندوؤں کا غیظ و غضب برداشت کرنا پڑا ہے۔ انتہا پسند ہندوؤں کو شبہ ہے کہ مسلم لیگ کا پانچواں کالم ہے اور انتہا پسند مسلمان ان کو ہندوؤں کا آلۂ کار سمجھتے ہیں۔ کانگریس کے اندر ایسے انتہا پسند ہندو موجود ہیں جنھوں نے سہولت اور مصلحت سے قوم پرستی اختیار کر رکھی ہے اور جب کبھی خلوص دل سے مختلف رائے کا اظہار کیا جاتا ہے تو وہ اپنی قوم پرستی کا شعور کھو جاتے ہیں۔ قوم پرست مسلمانوں نے اپنے اس پیچیدہ موقف کے باوجود آزادی وطن کے لئے ہر طرح کی قربانی کی ہے اور صبر آزما حالات میں بھی اپنی اخلاقی جرأت کا ثبوت دیا ہے انھوں نے متعصب نقادوں کے الزامات اور فقرے چپ چاپ سنے اعتراضات کو بغیر برداشت کیا ہے۔ جب انھوں نے مہرو پوسٹ کی شعار رستات کی تائید کرنے کا فیصلہ کیا تھا تو انہیں انتہا پسند مسلمانوں کے غیظ و غضب سے دوچار ہونا پڑا تھا اور جب دوبارہ انھوں نے اصول خود ارادیت کی تائید شروع کی — کیونکہ اسی اصول پر مجوزہ دستوری ساخت کی کامیاب تعمیر ہو سکتی ہے — ان پر انتہا پسند ہندو برس پڑے۔

اقلیتوں کی آزادی

ہم یہاں ان ساری غلط فہمیوں کو رفع کرنے کی کوشش کریں گے۔ قوم پرست مسلمان سارے ہندوستان کو جس میں ریاستیں بھی شامل ہیں مسلمانان ہند کا اسی طرح وطن کہتے ہیں جس طرح کہ ہندوؤں کا۔ قوم پرست مسلمان اس خیال کی سختی سے مخالفت کرتا ہے کہ ہندوستان صرف ہندوؤں کا قدیم وطن ہے اور مسلمان مداخلت بیجا کرنے والے غیر ملکیوں کی حیثیت رکھتے ہیں اور انہیں دوسروں کے رحم و کرم پر انحصار کرنا چاہئے۔ وہ ہندوستان کو بیرونی تسلط سے آزاد دیکھنا چاہتا ہے اور اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے ہر قسم کی قربانی کرنے تیار ہے اس کے نزدیک آزادی سے مطلب کسی ایک طبقہ کی آزادی اور اقلیت کی غلامی نہیں ہے بلکہ ایسی آزادی اور مساوات ہے جو ہر ہندوستانی کو حاصل ہو۔ وہ نہ صرف سیاسی، مذہبی، اور سماجی آزادی پر اعتقاد رکھتا ہے بلکہ معاشی آزادی پر بھی جس کے معنے احتیاج اور معاشی لوٹ سے آزادی کے ہیں۔ ان بنیادی اصولوں کے مطابق وہ سارے ملک کے لئے ایک آزاد سیاسی یونین چاہتا ہے۔ اور اس ڈھانچے کے اندر وہ موجودہ صوبوں کی یک رنگی اور خود کفائتی کے اصول پر از سر نو تقسیم چاہتا ہے۔ اس سے بداہتہً یہ نتیجہ مرتب ہوتا ہے کہ یک رنگی کی بنیاد پر صوبوں کی از سر نو تقسیم خود اختیاریت کے اصول پر مبنی ہونی چاہئے۔ گزشتہ جنگ عظیم کے بعد یورپ کی اسی طرح تقسیم متعدد وحدتوں میں کی گئی تھی اگرچہ جمعیت اقوام کے باہر ان وحدتوں کی کوئی سیاسی یونین تشکیل نہیں دی گئی۔ ان میں سے بعض ممالک اور اقوام کی آبادی (۲۲) لاکھ سے زیادہ نہ تھی۔ اگر منشور اوقیانوس کے اصول کو موجودہ جنگ کے بعد یورپ پر منطبق کیا جائے تو ان ممالک اور اقوام کی وحدتوں کا احترام کرنا پڑے گا اور اگر یورپ عقلمندی سے کام لے تو اس کو ایک زبردست سیاسی یونین تشکیل دینی پڑے گی۔ سوویٹ روس سترہ باقاعدہ جمہوریتوں پر مشتمل ہے۔ ان میں سے ہر جمہوریت کو خود ارادیت اور علحدگی کا پورا دستوری حق حاصل ہے قوم پرست مسلمان یہ کہتے ہوئے نہیں جھجکتا کہ ہندوستانی یونین سے اگر کوئی وحدت خود اختیاریت کے اصول پر علحدہ ہونا چاہے تو اس کو کم از کم دس سال کے بعد علحدگی کا حق ملنا چاہئے۔ البتہ یہ شرط بھی لگانی چاہئے کہ اس طرح علحدہ ہونے والی وحدت کسی ایسے اتحاد میں شریک نہ ہو جس کی پالیسی ہندوستانی یونین کے منافی ہو۔ ہندوستانی یونین کی ہر علاقہ واری وحدت کو داخلی طور پر کامل اقتدار اعلیٰ حاصل ہونا چاہئے اور وفاقی حکومت کو صرف وہی اختیارات حاصل ہونے چاہئیں جو مشترکہ امور کے انصرام کے لئے اس کے تفویض کئے جائیں۔

سیاسی جماعت بندی

یہ ایک سرسری خاکہ ہے جس کی تفصیلات مرتب کرنی ہوں گی۔ ان سیاسی عقائد میں فرقہ پرستی کو شائبہ تک نہیں ہے۔ ایسی سیاسی جماعت بندی سے قوم تشکیل پاتی ہے جو مختلف مذاہب اور نسلوں پر مشتمل ہو لیکن مذہبی فرقہ ایک وسیع تر جماعت ہوتا ہے۔ جیسا کہ بدھسٹ اور مسلمان مختلف نسلوں، اقوام، اور ممالک سے تعلق رکھ سکتے ہیں۔ اس مفہوم میں ہندوستان کی مختلف جماعتیں جو مختلف مذہبی

بقیہ صفحہ (۱۲) پر

ہفتہ وار
مملکت
جلد (۲) ۹ مہر ۔ ۱۳۵۱ف روز شنبہ نمبر (۱۸)

وقت کی اہم ضرورت — امن

جماعت اتحاد و ترقی کی مجلس عاملہ نے اپنے ایک حالیہ اجلاس میں حالات حاضرہ سے متعلق چند قراردادیں منظور کی ہیں جو اس ہفتہ وار میں کسی اور جگہ درج کی گئی ہیں۔ کانگریس کی مجوزہ تحریک سیول نافرمانی اور ریاستوں پر اس کے ممکنہ ردعمل کو ملحوظ رکھتے ہوئے جماعت ہذا نے اپنی پہلی قرارداد میں اہل ملک کو یہ مشورہ دیا ہے کہ:۔

"برطانوی ہند میں انتشار انگیز تحریکات کے پیش نظر یہ جماعت مقامی اداروں اور سیاسی جماعتوں سے توقع رکھتی ہے کہ وہ اس نازک دور میں کسی ایسے اقدام سے احتراز کریں گے جس کی وجہ سے ملک کا امن و چین برباد ہو۔ یہ زمانہ ویسا نہیں ہے کہ کوئی جماعت اپنے وقار کی خاطر یا ملک پر اپنے جماعتی اقتدار کو مسلط کرنے کے لئے خود ملک کے عظیم تر مفاد کو نقصان پہونچائے۔ ایسے دور میں جبکہ ملک کے جملہ عناصر کو متحدہ طور پر آنے والے مصائب کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہونا ناگزیر ہے اگر کوئی جماعت جماعتی نقطۂ نظر کو ملکی مصالح پر ترجیح دے تو یہ ایک ناقابل معافی غلطی ہوگی"۔

مندرجہ بالا قرارداد میں جماعت اتحاد و ترقی نے وقت کے ایک اہم ترین مسئلہ کی جانب اہل ملک کو متوجہ کیا ہے۔ برطانوی ہند کی انتشار انگیز تحریکات کے خلاف ہندوستان کی ساری غیر کانگریسی جماعتیں صدائے احتجاج بلند کر رہی ہیں۔ آزادی کا نام لے کر کانگریس ایک ایسی تحریک شروع کرنا چاہتی ہے جس سے اتحادیوں کا کمزور ہونا اور دول محور کی طاقت میں اضافہ ہونا ناگزیر ہے۔ یہ اقدام ممکن ہے کہ کانگریس کے جماعتی مفاد کے لئے ضروری ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ کانگریس اپنا کھویا ہوا وقار دوبارہ حاصل کرے لیکن ملک کی خدمت گزاری کا ہرگز یہ صحیح طریقہ نہیں ہے۔ اس اقدام کے خطرناک عواقب کے متعلق ہندوستان کی ساری غیر کانگریسی جماعتیں تو دو محسوس کر رہی ہیں اور یہ سمجھ رہی ہیں کہ اس وقت جبکہ فاسسٹی قوتیں ہمارے دروازے پر دستک دے رہی ہیں اور نہ صرف برطانیہ کو شکست دینا چاہتی ہیں بلکہ ہمیشہ کے لئے ہم کو غلام بنانا چاہتی ہیں سیول نافرمانی کی تحریک شروع کرنا دیوانہ پن ہے۔ جب کانگریس ایک ایسی روش اختیار کر رہی ہو جس سے سارے ملک کی عافیت اور سلامتی حتیٰ کہ خود آزادی کا امکان بھی خطرے میں پڑ رہا ہے تو دوسری جماعتوں کا یہ فرض ہو جاتا ہے کہ وہ ہندوستان کو انتشار و تباہی سے بچائے اور ملک کو سیول نافرمانی کے اثرات سے محفوظ رکھنے کی کوشش کریں غیر کانگریسی جماعتوں سے قطع نظر خود کانگریسی کارکنوں اور جرائد کو اس تحریک کے خطرناک ہونے کا اعتراف ہے۔ چنانچہ کانگریس کا ایک ممتاز ترجمان "بمبئی کرانیکل" اپنے ایک اداریہ میں یہ دریافت کرتا ہے کہ آیا دوران جنگ میں سیول نافرمانی شروع کر کے کانگریس اپنے دو مقاصد ——— ہندوستان کی آزادی اور متحدین کی فتح ——— حاصل کرسکتی ہے؟ اس سوال کے جواب میں وہ تحریر کرتا ہے کہ اس تحریک سے اندرونی انتشار پیدا ہوگا" مساعی جنگ میں مزاحمت ہوگی، اور حملہ آور کو مدد ملے گی۔

ریاستوں میں مداخلت

کانگریس اپنے اس زعم میں کہ وہ سارے ہندوستان کی نمائندہ ہے ریاستوں کی رعایا کو بھی سیول نافرمانی کی تحریک میں گھسیٹنا چاہتی ہے۔ چنانچہ آل انڈیا کانگریس کمیٹی کے اجلاس کے ساتھ ساتھ بمبئی میں اسٹیٹس پیپلز کانفرنس کا بھی ایک جلسہ پنڈت جواہر لال نہرو کی صدارت میں منعقد ہوا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس جلسہ میں یہ طے پایا کہ اگر کانگریس کوئی مہم شروع کرے تو ریاستی رعایا بھی اس مہم میں حصہ لے اور کانگریس کی تحریک کو ریاستوں میں جاری کرنے کے لئے ذمہ دارانہ حکومت کا مطالبہ کھڑا کیا جائے۔ اس سے ظاہر ہے کہ کانگریس ریاستوں کی سیاسی وحدت کو تسلیم کرنے تیار نہیں۔ ہمارے خیال میں ریاستوں کے ایسے پبلک کارکن جو کانگریسی تحریکات میں حصہ لیتے رہیں یا اسٹیٹس پیپلز کانفرنس میں شریک رہیں وہ ریاستوں کی سیاسی وحدت کو ٹھیس لگا رہے ہیں۔ ہمیں یہ دیکھ کر افسوس ہوتا ہے کہ حیدرآباد کے بعض پبلک کارکن اسٹیٹس پیپلز کانفرنس میں سرگرم حصہ لے رہے ہیں۔ ہم ان کی سرگرمیوں کو مملکت آصفیہ کی سیاسی وحدت کے لئے جو ہندوستان کی ساری ریاستوں میں ایک جداگانہ اور ممتاز حیثیت رکھتی ہے نہ صرف مضر بلکہ خطرناک سمجھتے ہیں۔ اگر ایسے کارکنوں نے حیدرآباد میں بھی کوئی امن سوز تحریک شروع کرنے کا اقدام کیا تو ہمیں توقع ہے کہ اہل ملک جماعت اتحاد و ترقی کی اپیل پر کار بند ہو کر ایسے اقدام سے احتراز کریں گے جس سے ملک کا امن و چین برباد ہو۔ ہمیں یہ کہتے ہوئے مسرت ہوتی ہے کہ معاصر "رعیت" نے جو حیدرآباد میں کانگریسی خیالات کا ترجمان کہا جاتا ہے ریاستوں کے متعلق ایک صحیح نقطۂ نظر اختیار کیا ہے۔ چنانچہ معاصر موصوف نے اپنی ایک حالیہ اشاعت میں "کانگریس کا مجوزہ اقدام اور ریاستیں" کے عنوان کے تحت تحریر کیا ہے کہ:

"یہ ایک بدیہی بات ہے کہ کل ہند سیاسیات میں ریاستوں کی حالت بالکل مختلف ہے جہاں ہندوستانی روساء کی حکمرانی ہے۔ لہٰذا اگر کل ہند کانگریس کمیٹی "ہندوستان چھوڑ دو" والی قرارداد وار دہا کی توثیق کرے اور اس پر جاتا ہی اپنی بڑی تحریک جاری کرنے کا فیصلہ کریں تو اس تحریک کے دائرہ کے اندر ریاستوں کو بھی داخل کرنا ہمارے خیال میں مزید پیچیدگیوں کا باعث ہوگا۔ گو ریاستوں میں بھی برطانوی اقتدار اعلیٰ ریزیڈنسی اپنا کام کرتی ہے لیکن ظاہری طور پر نہیں۔ لہٰذا اگر ریاستوں میں بھی کوئی کل ہند تحریک جاری ہو تو اس سے ایک جانب ریاستی رعایا اور ریاستوں کے نظم و نسق میں بالراست تصادم کا خطرہ لگا ہوا ہے تو دوسری جانب والیان ریاست اور برطانوی ہند کے باشندوں کے تعلقات نہایت پیچیدہ ہو جائیں گے ....

لہٰذا کانگریسی قائدین سے ہماری اپیل ہے کہ وہ اس وقت ریاستوں کو اپنے حال پر چھوڑ دیں تاکہ حالات پیچیدہ نہ ہوں"۔

ہم یہ اداریہ تحریر کر رہے تھے کہ ہمیں کانگریسی لیڈروں کی گرفتاری کی اطلاع ملی۔ یہ کہنا ابھی قبل از وقت ہوگا کہ اس گرفتاری کا ہندوستان پر کیا ردعمل ہوگا اور کانگریس کی مجوزہ تحریک سیول نافرمانی کیا صورت اختیار کرے گی۔ ہندوستان کے حالات میں چاہے جو تغیر بھی رونما ہو حیدرآباد کو ہر طرح امن سوزی سے محفوظ رکھنا از بس ضروری ہے۔ ہم وثوق کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ بجز چند افراد کے جو بیرونی اداروں سے تعلق رکھتے ہیں ملک کا کوئی فرقہ یا طبقہ کسی امن سوز تحریک کا خیر مقدم کرنے تیار نہیں۔

ذخائر اجناس

جماعت اتحاد و ترقی نے ایک دوسری اہم قرارداد ذخائر اجناس سے متعلق منظور کی ہے۔ یہ ظاہر ہے ذخائر اجناس کا مسئلہ معاشی حیثیت رکھتا ہے لیکن قیام امن سے اس کو گہرا تعلق ہے۔ مختلف حلقوں میں یہ بیان کیا جا رہا ہے کہ بلدہ اور اضلاع میں بیوپاریوں نے نفع اندوزی کی خاطر اجناس کے ذخائر چھپا رکھے ہیں۔ ہمارے خیال میں جب تک یہ ذخائر مخفی رہیں گے گرانی کے مسئلہ پر قابو پانا دشوار ہوگا

لائی کی وجہ سے رعایا کے غریب طبقہ کو جس پریشانی سے دوچار ہونا پڑ رہا ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ رعایا کو اس پریشانی سے بچانے کے لئے جماعت اتحاد و ترقی نے یہ تجویز پیش کی ہے کہ:

"اس جماعت کی رائے میں یہ ضروری ہے کہ اجناس خوردنی کے ذخائر کو جو فی الوقت گوداموں میں محفوظ ہیں بازار میں لایا جائے اور ایسی زحمت پر ان کی نکاسی عمل میں آئے جو حکومت نے کامل غور و خوض کے بعد تجارتی امور کو پیش نظر رکھ کر اور تاجروں کی بھی ہمدردی میں مقرر فرمائے ہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ عام رعایا کو مشکلات کی اہمیت سے واقف کرتے ہوئے اس امر کا اعلان کیا جائے کہ رعایا کے وہ افراد جو احتیاط شدہ غلہ کی نشاندہی کریں گے انعام کے مستحق ہوں گے۔ باوجود امتناعی احکام کے سرحدی علاقوں سے غلہ برطانوی ہند میں منتقل کیا جا رہا ہے۔ اس کے انسداد کے لئے خصوصی انتظام ضروری معلوم ہوتا ہے۔ پس جماعت ہذا اس مسئلہ کی جانب حکومت اور عوام کو متوجہ کرنا اپنا فرض سمجھتی ہے اور حکومت سے زیادہ عوام سے اپیل کرتی ہے وہ اجناس کے مخفی ذخائر کا پتہ لگا کر ہی آپ مدد کریں۔"

ہمیں توقع ہے کہ حکومت سرکار عالی اس تجویز پر بہ عجلت توجہ مبذول فرمائے گی اور جس طرح گیہوں کی مقدار دریافت کرنے کے لئے احکام جاری ہوئے ہیں اسی طرح دیگر اجناس خوردنی کی تلاش کی جائے گی اور ان کو بازار تک پہونچا دیا جائے گا۔ اگر امتناعی احکام کے باوجود سرحدی علاقوں سے برطانوی ہند کو غلہ منتقل کیا جا رہا ہے تو اس کے سدباب کے لئے محکمۂ کروڑگیری کو فوری اور خصوصی توجہ مبذول کرنی چاہئے۔ ہمارے خیال میں ملک کے تمام داخلی مسائل میں اس وقت فراہمی اجناس کا مسئلہ سب سے زیادہ اہم ہے۔ اور رعایا میں سکون و اطمینان پیدا کرنا حکومت کا اولین فرض ہے۔

پبلک کارکنوں کا فرض

اس موقع پر حیدرآباد کے پبلک کارکنوں پر بھی یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ ملک کے امن و امان کو برقرار رکھنے کے لئے اپنی پوری توجہ مرکوز کر دیں۔ چند ماہ قبل حیدرآباد کے ہندو و مسلم پبلک کارکنوں نے ایک مشترکہ کمیٹی قائم کی تھی اور ایک مشترکہ بیان میں یہ اعلان کیا تھا کہ "وقت کا تقاضا یہی ہے کہ ہم اپنے سیاسی اختلافات سے قطع نظر کر کے ملک اور اہل ملک کی جان و مال اور عزت کی حفاظت کو اپنا اولین فرض قرار دیں۔ سیاسی مسائل اور سرگرمیوں کو جاری رکھنا ہم اس وقت قطعاً نامناسب تصور کرتے ہیں۔" اسی مشترکہ کمیٹی کی جانب سے نواب سالار جنگ بہادر کی صدارت

کے دوستا میدان میں ایک جلسہ عام بھی منعقد ہوا تھا۔ اس جلسہ نے حیدرآباد کی قدیم روایات کی یاد تازہ کر دی تھی۔ ایک قرارداد میں اس جلسہ نے اہل ملک کے مختلف طبقات سے یہ خواہش کی تھی کہ وہ بلا لحاظ مذہب و ملت بلدہ اور اضلاع میں امن و آشتی برقرار رکھیں۔ جہاں تک ہمیں علم ہے اس مشترکہ کمیٹی کے چند جلسے منعقد ہوئے۔ اس کے بعد اس کمیٹی پر ایک تعطل طاری ہو گیا۔ اس کمیٹی کے ارکان سے ہم یہ اپیل کریں گے کہ اس نازک دور میں ملک کو خلفشار سے محفوظ رکھنے کے لئے آمادۂ عمل ہو جائیں۔

معتمدی تعمیرات

چیف انجینئر اور معتمد تعمیرات کی خدمت سے نواب علی نواز جنگ بہادر کی وظیفہ پر سبکدوشی کے بعد محکمہ تعمیرات کی تنظیم جدید عمل میں لائی گئی اور بجائے ایک چیف انجینئر اور معتمد کے ارباب حل و عقد نے اس محکمہ کو تین چیف انجینئر اور معتمدوں میں تقسیم کرنا مناسب سمجھا اور نواب علی نواز جنگ بہادر کو کنسلٹنگ انجینئر مقرر کیا گیا۔ اس انتظام کو محکمہ کے بہترین مفاد کے لئے ضروری سمجھا گیا چنانچہ گزشتہ چند سال سے محکمہ تعمیرات اسی اصول پر کام کر رہا ہے۔ لیکن چند روز سے یہ خبریں گشت لگا رہی ہیں کہ محکمہ کے موجودہ انتظام کی تبدیلی ارباب عقد و حل کے پیش نظر ہے اور بجائے تین معتمدوں کے صرف ایک غیر فن دان معتمد کا تقرر زیر غور ہے۔ واقف کار حلقوں کا بیان ہے کہ موجودہ تین چیف انجینئر جو اپنے اپنے شعبوں کے معتمد بھی ہیں اس تجویز کے حامی نہیں ہیں جس کی وجہ سے اس مسئلہ کے تصفیہ میں ایک الجھن پیدا ہو گئی۔ ہمارے سامنے وہ سرکاری تفصیلات موجود نہیں ہیں جن کی بنا پر موجودہ انتظام کو برخاست کر کے صرف ایک غیر فن دان معتمد کا تقرر ضروری سمجھا گیا۔ ہمارے خیال میں اس مسئلہ میں صحیح رائے وہی شخص قائم کر سکتا ہے جو فنی اور انتظامی نقطۂ نظر سے محکمہ تعمیرات کے حالات پر عبور رکھتا ہو اور اس کام کے لئے نواب علی نواز جنگ بہادر سے زیادہ کوئی شخصیت موزوں ہو سکتی ہے۔ کیا یہ مناسب نہ ہوگا کہ اس امر کے تصفیہ سے قبل کہ موجودہ انتظام بحال رکھا جائے یا تعمیرات کے لئے صرف ایک غیر فن دان معتمد مقرر کیا جائے ارباب حکومت نواب علی نواز جنگ بہادر کا مشورہ حاصل کریں۔ ایسا مشورہ اس لحاظ سے بھی مناسب ہوگا کہ نواب صاحب موصوف پہلے ہی سے محکمہ تعمیرات کے مشیر مقرر ہیں اور جن کے دیرینہ تجربہ اور فنی مہارت سے ایسی رہنمائی حاصل کی جا سکتی ہے جو سررشتہ کے بہترین مفاد کے لئے مفید ہو۔

کیا ہندی راشٹر بھاشا ہو سکتی ہے؟

اس عنوان سے ڈاکٹر دھیریندر ورما نے ایک مفصل مضمون جولائی کے ہندی میں لکھا ہے۔ ڈاکٹر صاحب موصوف الہ آباد یونیورسٹی میں شعبۂ ہندی کے صدر ہیں۔ جو حالت انھوں نے ہندی سے متعلق اپنے صوبے کی اور عام لوگوں کی دیکھی اسی بنا پر انھوں نے یہ مضمون لکھا۔ ان کے مضمون کا تجزیہ یوں ہو سکتا ہے۔

(۱) انگریزی یہ ہندی (۲) اردو والے ہندی (۳) وہ لوگ جو دوسرے صوبوں سے ہندی صوبے میں آکر بس گئے مگر ہندی سے ہمدردی نہیں رکھتے (۴) ہندی بولنے والا صوبہ غیر معین ہے (۵) حقیقی ضروریات اور مشکلات کا احساس نہ ہونا۔ وغیرہ۔

۱۔ شکایت ہے کہ تعلیم کا ذریعہ انگریزی ہے جو نفسیات اور فطرت کے خلاف ہے اس بارے میں گاندھی جی نے جو ابھی بنارس کی ہندو یونیورسٹی میں فرمایا۔ یاد رکھنے کے قابل ہے۔

۲۔ ڈاکٹر صاحب کو ایک شکایت یہ بھی ہے کہ ہندی کے صوبے میں عدالت کی زبان اردو کیوں ہے۔ اور فرماتے ہیں کہ کچھ ہندوؤں کی سماجک (ادبی) اچھا خاصی ابھی تک اردو ہے بلکہ یو۔پی میں اور دلی میں اونچی سوسائٹی میں اردو کا ہی چلن ہے ہندی علاقے کے بڑے آدمیوں میں ایسے لوگ ہندوؤں میں بھی ابھی بہت ملتے ہیں جن کی تعلیم الف۔ب سے شروع ہوئی تھی۔ دیوناگری سے نہیں۔ یہ لوگ دلی اور یو۔پی کے بھی علاقوں میں بے شمار پائے جاتے ہیں۔ ان کی ہمدردی کا میلان قدرتی طور پر اردو کی طرف ہو جاتا ہے۔

۳۔ پھر ان لوگوں کو ہندی کے راستے میں رکاوٹ بتایا گیا ہے جو دوسرے صوبوں سے آکر بس گئے مگر انھوں نے ہندی سے واسطہ نہ رکھا اور اپنی ہی زبان مثلاً مرہٹی، بنگالی، تامل وغیرہ رکھی۔

۴۔ ایک اور شکایت ان کو یہ ہے کہ "۔۔۔ ہندی پرانت کی سیما کا نشچت نہ ہونا۔" یعنی تحقیقی طور پر نہیں کہا جا سکتا کہ ہندی کس صوبے کی زبان ہے۔

۵۔ پھر وہ شاکی ہیں کہ نااہل نقاد اور خرابیاں پیدا کرتے ہیں اور یہ کہ حقیقی ضروریات اور مشکلات کا احساس نہ ہونا ہندی کے راستے میں بڑی رکاوٹ ہے۔

آپ نے دیکھا کہ جہاں تک صورت حال کا تعلق ہے ڈاکٹر دھیریندر صاحب کا مشاہدہ کتنا صحیح ہے۔ اب یہ حامیان ہندی اور دوسرے عمل چاہنے والوں کا فرض ہے کہ یا تو ان باتوں کی تردید کریں جو زیر نظر مضمون میں لکھی گئی ہیں۔ یا راشٹر بھاشا اور سنسکرتی کے جنونی جذبات اپنے سر سے نکال کر وہ کام کریں جو سب امور پر نظر رکھ کر انھیں کرنا چاہئے۔

جب کل ہند و ہندی کے حامی نہیں تو ہندی راشٹر بھاشا کیونکر ہو سکتی ہے جب ہندی پرانت کی حدیں بھی قائم نہیں ہو سکتیں ہیں تو ہندوستان کا کوئی صوبہ بھی ہندی کا صوبہ نہیں کہا جا سکتا
[illegible]

۲۲ ویں اور اعداد میں اردو کے ساتھ ترجیحی سلوک کرتی ہیں مجھے فخر ہے کہ ان صورتوں میں اردو کو غیر ملکی اور مسلمانی چیز بتانا ظاہر ہے کہ کتنی اور ذمہ داری کا کچھ خیال اور احساس ہونا چاہئے۔ سخت کلامی اور ہٹ دھرمی سے اچھا نتیجہ برآمد نہیں ہو سکتا۔

کانگریس کے چیلنج کا مقابلہ کیا جائے گا

حکومت ہند کی قرارداد

کل ہند کانگریس کمیٹی میں مجلس عاملہ کی قرارداد کی توثیق کے بعد آج رات گورنر جنرل بہ اجلاس کونسل کی ایک قرارداد شائع ہوئی ہے جس میں کانگریس کی قرارداد پر تاسف اور اس میں مندرجہ چیلنج کا مقابلہ کرنے کے عزم کا اظہار کیا گیا ہے۔

قرارداد میں اعلان کیا گیا ہے کہ اس قسم کے چیلنج کا جیسا کہ موجودہ حالات میں ہے صرف ایک ہی جواب ہو سکتا ہے۔ حکومت ہند ہندوستانی باشندوں سے متعلق اپنی ذمہ داریوں اور اتحادیوں سے متعلق اپنے واجبات کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس امر کو یقیناً خیال کرتی ہے کہ ایک ایسے مطالبہ پر بحث کی جائے جس کو قبول کرنے سے ہندوستان میں نراج اور ابتری پیدا ہو جائے گی اور انسانی آزادی کے مشترکہ مفاد کے لیے اس کی کوششیں پامال ہو جائیں گی۔

قرارداد میں کہا گیا ہے کہ کل ہند کانگریس کمیٹی نے اس قرارداد کی توثیق کی ہے جس کو ہندوستانی قومی کانگریس کی مجلس عاملہ نے ۱۴ اگسٹ کو منظور کیا تھا۔ اس قرارداد میں ہندوستان سے برطانوی اقتدار کے فوری دست کش ہونے کا مطالبہ کیا گیا ہے اور ممکنہ وسیع ترین پیمانہ پر عدم تشدد کے طریقوں پر ایک اجتماعی کشمکش شروع کرنے کی منظوری دی گئی ہے۔

خطرناک تیاریاں۔

گورنر جنرل بہ اجلاس کونسل کو چند دنوں سے کانگریسی جماعت کی خطرناک تیاریوں کا علم ہوتا رہا ہے جو غیر قانونی اور بعض صورتوں میں وسیع سرگرمیوں پر مبنی تھیں جن کا مقصد منجملہ دیگر امور کے رسل و رسائل اور مفاد عامہ کی خدمات میں خلل، ہڑتالوں کی تنظیم، سرکاری ملازمین کی وفاداری میں دست اندازی اور دفاعی کارروائیوں بشمول بھرتی میں مداخلت تھا۔ حکومت ہند اس امید پر انتظار کرتی رہی کہ دانشمندانہ تجاویز پیش ہوں گی۔ حکومت کو اس میں مایوسی ہوئی اور اس قسم کے چیلنج کا جو کہ موجودہ صورت میں ہے صرف ایک جواب ہو سکتا ہے۔ حکومت ہند ہندوستان کے باشندوں سے متعلق اپنی ذمہ داریوں اور اتحادیوں سے متعلق اپنے واجبات کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس امر کو یقیناً غیر مطابق خیال کرتی ہے کہ ایک ایسے مطالبہ پر بحث کی جائے جس کو قبول کرنے سے ہندوستان میں نراج اور ابتری پھیل جائے گی اور نوع انسانی کی آزادی کے مشترکہ مفاد کے لئے اس کی کوششیں پامال ہو جائیں گی۔

کانگریسی ناظرین کے مطالبہ کی کوئی ضمانت نہیں ہے حکومت ہند کی نظر میں مطالبہ کانگریسی جماعت کے ناظرین کے کامل احساس ذمہ داری کی بجائے یا موجودہ صورت کے حقائق سے ان کی کامل آگاہی ناممکن نہیں تو دشوار ضرور ہے۔ مجلس عاملہ کانگریس تسلیم کرتی ہے کہ اس میں خطرات پیدا ہوں گے۔ یہ صحیح ہے۔ قرارداد کو قبول کرنے کے یہ معنی تھے کہ ہندوستان پر مجبوری حملہ کو مرتفع دیا جاتا۔

برطانوی حکومت کے دست کش ہو جانے سے خانہ جنگی ہوگی۔ قانون اور نظم ٹوٹ جائے گا۔ فرقہ واری جھگڑے پیدا ہوں گے۔ اور معاشی نظام بھی درہم برہم ہو جائے گا۔ حکومت کانگریسی جماعت کے اس دعوے کو قبول نہیں کر سکتی کہ وہ تمام ہندوستان کی نمائندگی کرتی ہے۔ کانگریسی جماعت کو ہندوستان کی سیاسی زندگی میں مدت دراز تک بڑی اہمیت حاصل رہی۔ آج کے دن اس کی اہمیت اچھی خاصی ہے لیکن حکومت کا فریضہ ہے کہ ہندوستانی رائے عامہ اور مکاتب خیال کے مختلف طبقوں کے مفادات کا توازن قائم رکھے۔ بڑے طبقوں اور مخصوص مفادات کی نمائندگی کرنے والے قائدوں اور نیز آبادی کے ان بڑے طبقات کے جو اس اقدام کے خلاف لڑائی میں گراں قدر مدد دے رہے ہیں۔ متواتر تجاویز کے مدنظر حکومت کو اپنی اس رائے کی توثیق ہو چکی ہے کہ اس دعوے کی کوئی ٹھوس بنیاد نہیں ہے اور یہ ان تجاویز کا جواب کانگریسی جماعت نے پیش کی ہے قبول کرنے کے یہ معنی ہیں کہ آبادی کے ان تمام بڑے اور طاقتور عناصر کو نظر انداز کیا جائے جو کانگریسی جماعت کے مجوزہ لائحہ عمل کی مذمت کر چکے ہیں۔ اور جو اس وسیع ابتری کی مقاومت کریں گے جو مطالبہ قبول کرنے پر ہندوستان کی ساری جنگ اور بعد جنگ زندگی میں پیدا ہوگی۔ اور جس کا کانگریسی لیڈر دعوے کر سکتے ہیں کہ اس طرح سے ہندوستان کا مستقبل محفوظ ہو سکتا ہے۔

کانگریس کا ادعا

کانگریسی جماعت ہندوستان کی ترجمان نہیں ہو سکتی اپنے تسلط اور کلیت پسند پالیسی کی متابعت میں اس کے لیڈروں نے برابر ہندوستان کو پوری قوم بنانے کی کوششوں میں رکاوٹ ڈالی۔ کانگریسی جماعت اگر تمام تعمیری مساعی کی مقاومت نہ کرتی تو ہندوستان کو یہ حکومت خود اختیاری مل گئی ہوتی ہندوستان کے مستقبل کے لئے برطانیہ کی پالیسی صاف ہے۔ وہ یہ ہے کہ جب ایک مرتبہ لڑائیاں بند ہو جائیں تو ہندوستان اپنے فیصلہ کی پوری آزادی پائے گا۔ ایک ایسی بنیاد پر جو واحد جامع حیثیت حکومت پر مبنی جس کو وہ اس کے حالات کے نہایت موزوں سمجھتی ہے بلکہ سب پر حاوی ہوگی اور یہ کہ اس اثنا میں ہندوستانی اپنے ملک کی حکومت میں اور دولت عامہ اور متحدہ اقوام کے مشوروں میں پورا حصہ لیں گے۔ ہز مجسٹی کی حکومت نے باشندگان ہند کی حکومت خود اختیاری کے حصول کے پورے موقع کی ضمانت دی ہے اسی بنیاد پر جس کو ہز مجسٹی کی حکومت اور برطانیہ عظمیٰ کے باشندے پورے طور پر قبول کرتے ہیں۔ باشندگان ہند کی حکومت خود اختیاری کے حصول کا پورا موقع دیا جائے گا وہ یہ کہ جب جنگ کا زمانہ ختم ہوگا ہندوستان کی آئینی عمارت خود ہندوستانی قائم کریں گے ہم معتبر طور سے یقین کرتے ہیں کہ برطانوی پارلیمان اور برطانوی

باشندوں کی دبی ہوئی خواہشوں کو باشندگان ہند قبول کرتے ہیں۔ کانگریسی جماعت کے لیڈروں نے دعوے کیا کہ برطانوی حکومت کی نیک نیتی کے ساتھ وابستہ تشنج ہوگی ہندوستان کی مستحکم عارضی اور اقوام کی مقاومت اور چین کی مدد کرنے کے لئے حکومت اور متحدہ اقوام کے تعاون کے قیام کا جاپان دعوے کا کوئی جواز نہیں ہے۔ اور حکومت ہند اس ادعا کو قبول نہیں کر سکتی کہ برطانوی اقتدار کی واپسی کے بعد ایک یا دو دن کے اندر مستحکم عارضی حکومت قائم ہو جا سکتی ہے۔ سابقہ تجربے کے افسوس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ملک میں گہرا اختلافات موجود ہے جس میں ہم آہنگی پیدا کرنا ان سب کا مقصد ہونا چاہیے جن پر ذمہ داری ہے اور جس کا اندفاع موجودہ حکومت ہند کی آرزو اور توقع ہے لیکن یہ انکار کرنا کہ وہ مسائل آج ہندوستان کو در پیش نہیں حقائق سے صرف نظر کرنا ہوگا اور حکومت ہند کو اطمینان ہے کہ برطانوی حکومت کی واپسی اور مستحکم عارضی حکومت کے قیام کا فوری فیصلہ نظر کے بغیر آبادی کے تمام افتراقی عناصر کو موقع ہی نہیں دیتے کہ حکومت ہند کی رائے میں یہ کہنا بہت زیادہ نہیں کہ اس کشاکش کی ترغیب کا مطلب جو کانگریسی جماعت نے اب پیش کیا ہے۔ ان اتحادیوں سے بے وفائی ہوگا خواہ وہ ہندوستان کے اندر ہوں یا باہر خصوصاً روس اور چین سے بے وفائی ان تصریحات سے بے وفائی جن کی پرسی تائید ہندوستان کے حقیقی قلب و دماغ سے کی گئی اور آج بھی جاری ہے۔ ہندوستان کے لڑنے والے دستوں سے بے وفائی جن کی شان عظیم ہے اور ان تمام وفادار اور مددگار عناصر سے بے وفائی جو کانگریسی جماعت کی تائید نہیں کرتے لیکن جنہوں نے انصرام جنگ میں برطانوی ہند اور ہندوستانی ریاستوں میں بڑا عملی اور قیمتی حصہ لیا ہے۔

حکومت کا عزم

ہندوستان آج پہلے سے زیادہ قوی اور نمائندہ حکومت رکھتا ہے جو غالب طور پر ہندوستانی اور غیر سرکاری ہے اور جنگ چلانے نیز ہندوستان کی اس کے سیاسی نصب العین تک رہنمائی کرنے کا عزم رکھتی ہے حکومت کو سب سے زیادہ افسوس اس نازک لمحہ میں اس چیلنج پر ہے لیکن ہندوستان کی مدافعت کرنے، جنگ لڑنے کی ہندوستان کی اہلیت کو برقرار رکھنے اور بے خوف و خطر اس کے باشندوں کے مختلف شعبوں میں امن قائم رکھنے کے لیے ہندوستان کے مفادات کا تحفظ کرنا حکومت کا فریضہ ہے یہ فریضہ حکومت اس چیلنج کے مقابلہ میں جو کانگریسی جماعت نے اب دیا ہے۔ واضح عزم سے پورا کرے گی لیکن اس ترحم کے ساتھ کہ کارروائی مثل جنگ میں عمل اور دوسرے مذکورہ خطرات کے انسداد کی ہو نہ کہ تعزیری ہو اور یہ ہندوستان اور اتحادیوں کے مقصد اور تہذیب کی ذمہ داری کے پورے شعور کے ساتھ کی جائے گی۔ اس کا فرض جہاں ہے اور ادا کرنا ہے کیوں کہ وہ اس صورت حال پر اظہار افسوس کرتی ہے۔

ذرائع حمل و نقل اور جنگ

اس مسئلہ کے بعض پہلو

جناب مشتاق احمد خان صاحب نے جو سرکار عالی کے ایک سپرنٹنڈنٹ ہیں حال ہی میں نرسنگ ہاؤ ولا سٹی حیدر آباد سے ایک تقریر نشر کرتے ہوئے اس مسئلہ کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی جو دوران جنگ غیر معمولی زمانے میں ہندوستانی ریلوں کے ذرائع حمل و نقل سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ نے اس امر پر زور دیا کہ جنگ کے باعث سیول زندگی کے ہر شعبہ خصوصاً معاشی سرگرمیوں پر مضر اثر ہو رہا ہے۔ ان معاشی سرگرمیوں کا لازمی جز ملک کے ذرائع حمل و نقل ہیں آپ نے واضح کیا کہ حمل و نقل کی سہولتوں کی مانگ اتنی بڑھ گئی ہے کہ اس کی نظیر زمانہ سابق میں نہیں مل سکتی یہی وجہ ہے ریلوے کے ارباب انتظام نے ملک سے تعاون کی اپیل کرتے ہوئے بے ضرورت آمد و رفت ترک کر دینے کی خواہش کی ہے۔

مسئلہ کا اہم پہلو۔

جناب مشتاق احمد خان صاحب نے تقریر کے دوران میں فرمایا:۔ "آپ نے اس زمانہ میں اکثر ڈبوں کی کمی کی شکایت سنی ہوگی۔ اگر آپ کا تجارت پیشہ طبقہ سے تعلق ہے تو ممکن ہے آپکو اس کا ذاتی تجربہ بھی ہو ممکن ہے آپ نے مسافر گاڑیوں میں جگہ کی قلت کا بھی پروپیگنڈا سنا ہوگا۔ اگر اس زمانہ میں سفر کا اتفاق ہوا ہو۔ تو شاید اس وجہ سے آپ بے آرام بھی ہوئے ہوں۔ اس کے ساتھ ساتھ سررشتہ ریلوے کی اپیل بھی آپ کی نظروں سے گزری ہوگی جو مال کے ڈبوں کے استعمال اور مسافر گاڑیوں کے متعلق وقتاً فوقتاً شائع ہوتی رہی ہے۔ ان شکایات کی بنا پر آپ کی تصدیق کی حد تک ممکن ہے آپ کو اپنے تجربہ کی بنا پر ہو چکی ہو۔ اور آئے دن اس قسم کی اپیلوں کو دیکھ کر آپ کے ذہن میں یہ خیال ضرور پیدا ہوگا کہ آخر ایسی کونسی دقتیں ہیں جن سے یہ صورت حال پیدا ہوگئی۔ میں اس سوال کا جواب عرض کرنے کی کوشش کروں گا۔

یوں تو تہذیب زندگی کا کوئی ایسا پہلو نہیں جو جنگ کے اثرات سے محفوظ ہو لیکن معاشی نظام پر جو اثر پڑا ہے وہ ایک انقلابی حیثیت رکھتا ہے۔ تجارت زراعت صنعت و حرفت غرض کہ معاشی زندگی کا کوئی ایسا شعبہ نہیں جو اس سے متاثر نہ ہوا ہو ذرائع نقل و حمل پر جنگ کا اثر دو طرح سے پڑا۔ ایک تو جیسا کہ میں نے اپنے گزشتہ کے مقاصد میں عرض کیا تھا۔ معاشی ترقی اور ذرائع حمل و نقل میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔ یہ لازمی امر تھا کہ معاشی نظام میں رد و بدل جنگ کی وجہ سے براہ راست یا بالواسطہ پڑا ہے وہ ذرائع نقل و حمل پر بھی اثر انداز ہو۔ دوسرے جنگی اغراض کے لئے نقل و حمل کی سہولتوں پر اتنا زبردست اثر پڑا ہے کہ ہندوستانی ریلوے کے تجربہ میں اس کی کوئی مثال پیش نہیں کی جا سکتی۔

جس طرح یہ جنگ گزشتہ تمام جنگوں سے اپنی اہمیت کے اعتبار سے بالکل جدا ہے اور جس طرح اس نے معاشی دنیا میں جیب سے مسائل پیدا کر دئے ہیں اسی طرح دنیا کے رسل و رسائل پر بھی اس نے بہت اہم اور پیچیدہ مسائل سے دوچار کر دیا ہے ہندوستانی ریلوں کے لئے یہ بہت آزمائش کا وقت ہے کہ اپنے موجودہ وسائل سے روز افزوں اور مختلف النوع فوجی ضروریات کو پورا کرے۔ سامان حرب کے بروقت نقل و حمل کا انتظام کرے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ ملک کی معاشی ضروریات کی سربراہی کرے۔

موجودہ صورت حال کیوں اور کیسے پیدا ہو گئی۔ اس پر دو پہلوؤں سے غور کرنا ممکن ہے۔ ایک تو یہ کہ موجودہ حالات کے تحت ٹریفک دگنا تگنا اور بعض حالتوں میں کئی گنا بڑھ گیا ہے دوسرے یہ کہ بڑھتی ہوئی ضروریات کے ساتھ ساتھ وسائل میں اسی نسبت سے تو کیا کسی قسم سے بھی زیادتی ناممکن ہے۔

ٹریفک بڑھ جانے کے اسباب۔

اب آپ شاید یہ پوچھیں کہ ٹریفک کے اتنا بڑھ جانے کے کیا اسباب ہیں پہلے آپ اس ٹریفک کو لیجئے جس کو جنگی ضروریات سے براہ راست تعلق نہیں لیکن موجودہ حالات کے تحت ہی اس کا نقل و حمل معرض بحث میں آیا۔ وہ مال جو اب تک سمندر کے راستے سے ایک مقام سے دوسرے مقام تک بھیجا جاتا تھا۔ اب وہ سمندری راستہ کے خطرہ کے مد نظر یا جہازوں کا فوجی اغراض کے لئے مختص ہو جانے کی وجہ سے وہ سب یا اس کا بیشتر حصہ ریل کے راستے سے آنے لگا ہے میں اعداد پیش کر کے آپ کی سمع خراشی نہ کروں گا۔ اتنا عرض کرنا کافی ہے کہ صرف ایک ہی ٹریفک ہندوستانی ریلوں کے وسائل کے لئے ایک بار عظیم ثابت ہو رہا ہے۔ میں اس امر کی وضاحت کی غرض سے چند مثالیں پیش کروں گا۔

چند مثالیں۔

بنگال کا کوئلہ اب تک کلکتہ سے سمندری راستے سے مغربی ساحلی مقامات پر جایا کرتا تھا۔ اب وہ ہزاروں میل ریل کے راستے جانے لگا یہی حالت پنجاب کے گیہوں اور چنے کی ہے۔ اس کا معتد بہ حصہ اب تک کراچی سے مدراس سمندری راستے سے آتا تھا۔ وہ قریب قریب تمام ریل کے راستہ پر منتقل نہ ہوگا۔ اب خود اندازہ لگا لیجئے کہ سمندری ٹریفک کے بیشتر حصے کو ہزاروں میل ریل کے راستہ سے لے جانے کے لئے کتنی ویگنیں کتنے انجن اور کتنے ڈبے اور کام پر لگ گئے ہوں گے۔ وہ ٹریفک جو اب تک عام طور پر سڑک سے ہوتی تھی اور جس کو حاصل کرنے کے لئے ایک زمانے میں ریلوں کو خاص جد و جہد کی ضرورت تھی وہ بلا کسی جد و جہد کے ریل پر منتقل ہو گیا۔

جنگی ضروریات۔

اسی طرح جنگی ضروریات کے تحت ہندوستانی صنعتی دنیا میں ایک انقلاب رونما ہوا۔ نئی صنعتوں کی بناء پڑی۔ اور نئی فیکٹریوں کا آغاز ہوا۔ یہ سلسلہ جاری ہے اور جاری رہے گا۔ صنعتی ترقی کے ساتھ ساتھ سررشتہ نقل و حمل پر خام پیداوار مہیا کرنے اور تیار شدہ اشیاء کو بازار تک پہنچانے کی روز افزوں ذمہ داری عائد ہوتی ہے صنعت کے فروغ اور کاروبار میں ترقی کے ساتھ کاروباری لوگ یا مزدور پیشہ طبقہ لازمی طور پر زیادہ سفر کرنے لگتے ہیں اسی کی وجہ سے مسافر گاڑیوں میں بھی بھیڑ ہونا شروع ہو جاتی ہے۔

فوجی ٹریفک۔

جنگ شروع ہونے کے بعد ہندوستانی ریلوں کو فوجی ٹریفک کی سہل کا انتظام کرنا پڑ رہا ہے۔ فوجی سپاہیوں کی آمد و رفت کا انتظام کیا جائے بلحاظ اس کے لئے گولہ بارود ٹینک لاریاں۔ غلہ اور سربراہی کے لیے سامان کا انتظام وسیع پیمانہ پر جس پر کہ موجودہ طریقہ جنگ میں فوجی اغراض کے تحت ہونا چاہئے۔ بحر اوقیانوس کی لڑائی شروع ہونے کے بعد نقل و حمل کی مانگ شدید طور سے بڑھ گئی ہے۔ فوجی ساز و سامان ایک لامتناہی سلسلہ ہے۔ جو ہر لحظہ ہر جہت ہندوستانی ریلوں پر آیا جاتا ہے۔

شہری آبادی کا تخلیہ۔

اس لڑائی کے بعد ایک نیا بار موجودہ ذرائع نقل و حمل پر پڑا ہے۔ وہ تخلیہ سے متعلق ہے۔ ایک بہت ہی محدود وقت میں شہری آبادی کے ایک بڑے حصہ کو پورے ضروری ضروری سامان کے ساتھ منتقل کرنا اگر دشوار نہیں تو کم از کم انتظام میں پیچیدگیاں ضرور پیدا کرتا ہے۔ بڑے اسٹیشنوں پر تخلیہ کے علاوہ موجودہ حالت میں شہری آبادی میں اکثر لوگ حفظ ماتقدم کے لئے شہر سے گاؤں اور ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں کو نقل مکان کرتے ہیں۔ اس طرح سے سفر کرنے والوں کی تعداد بڑھتی ہے۔ اگر ایک مسافر کے ساتھ دو من سامان کا بھی اوسط لگا لیجئے تو آپ خود اندازہ لگا سکیں گے ایک تخلیہ کرنے سے کتنا مسافر گاڑیوں کی کتنی مانگ بڑھ جاتی ہے۔

مانگ اور رسد۔

ایک طرف تو مانگ اور ضروریات کا یہ عالم اور دوسری طرف کیفیت ہے کہ سررشتہ نقل و حمل کے لئے ایسے وسائل میں اپنی دن بدن اپنی بڑھتی ہوئی ضروریات سے کما حقہ عہدہ برآ ہونے کے لئے کوئی اضافہ کرنا ممکن نہیں۔ اور ان تمام وسائل کو اچھی حالت میں رکھنا تک بھی دشوار ہے کیوں کہ اول ضروری سامان مہیا کرنے میں بہت دقت ہے دوسرے ریل کے ورکشاپ جنگ سے متعلق دوسرے کاموں میں لگی ہیں چونکہ ریلوے کے فنی اور دوسرے اسٹاف اکثر تعداد میں جنگی کاموں میں مشغول ہیں۔ اس لئے مرمت اور انجن ڈبے وغیرہ کو اچھی حالت میں رکھنے میں دو دقتیں ممکن نہیں بہر حال ان سب چیزوں کو ہر لحظہ اور ہر گھڑی مصروف رکھنے کی وجہ سے انہیں ضروری مرمت کے لئے ہر وقت اور پروگرام کے مطابق ورکشاپ میں نہیں بھیجا جا سکتا ان حالات کے تحت ظاہر ہے کہ ٹریفک کی باربرداری کا مسئلہ دن بدن زیادہ اہم ہوتا جا رہا ہے۔ یہ کیفیت صرف ریل ہی تک محدود نہیں ہے تمام ذرائع رسل و رسائل کی یہی حالت ہے چاہے وہ موٹر لاریاں ہوں یا تار ہو۔ سب کو اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کے لئے تھوڑی بہت دقت ضرور محسوس ہو رہی ہے۔"

مسئلہ کا حل۔

اب آپ پوچھیں گے کہ جب یہ صورت ہے تو آخر

سیاسی نمک پارے

از

کشاف

ہمارے ایک دوست جو یوم مخالف جاپان کے جلسہ میں شریک تھے نہایت بدلی کے ساتھ کہنے لگے کہ زیرو گل تیرنر میں جو جلسہ منعقد ہوا تھا اس کا مقصد ہم یہ سمجھ رہے تھے کہ عوام زرد خطرے سے متنبہ کرنا اور اس کے مقابلے کے لئے تیار کرنا ہے مگر مسٹر ناراین ریڈی سابق صدر آندھرا کانفرنس نے اس جلسہ میں حیدرآباد کے داخلی مسائل سے متعلق مطالبات کی ایک طویل فہرست پیش کر دی۔ کیا ان سیاسی کارکنوں کے لئے یہ زیبا ہے کہ ہر موقع سے اس طرح فائدہ اٹھا کر اپنے عقائد کا پرچار کریں؟

ہم نے کہا بھائی اس میں برہم ہونے کی کیا بات ہے؟ "یوم مخالف جاپان" کو اگر مسٹر نارائن ریڈی نے "یوم مخالف حیدرآباد" میں بدل دیا ہو تو ہمیں ان کی ذہانت اور طباعی کی داد دینی چاہئے۔

میں نے کانگریسی جرائد میں وہ مراسلت پڑھی تھی جو ایک مسلمان صاحب (جو حیدرآباد سے کل ہی وارد ہو کر بہار پہونچے) اور صدر کانگریس کے مابین ہوئی تھی اور جس کی اشاعت کا پہلے ہی سے انتظام کر لیا گیا تھا تاکہ صدر کانگریس کے خط کی پنڈت جواہر لال نہرو سے توثیق کرائی جائے۔ (مسٹر جناح)

ہم اس لطیف اشارے کو سمجھنے سے قاصر ہیں۔

اصولاً یہ طریقہ نہ صرف غلط بلکہ خطرناک ہے کہ کسی آل انڈیا پلیٹ فارم پر حیدرآباد کے نمائندے اس غرض سے نمایاں ہوں کہ دوسری ریاستوں کے معاملات میں مداخلت کریں۔...... اگر ہم اس بات کا تصور کریں کہ باہر کی کوئی جماعت حیدرآباد کی حکومت اور رعایا کے مسائل میں مداخلت کرنے کے لئے اپنے نمائندے یہاں بھیجے، وہ یہاں تقریریں کریں، یہاں کسی جماعت کی حکومت کے خلاف تائید کریں، یہاں کے مسائل کے لئے کوئی آل انڈیا محاذ قائم کریں اور حیدرآباد کے مسائل کو برطانوی ہند کے پلیٹ فارم پر رکھ دیں تو اس صورت میں اہل حیدرآباد اور خصوصاً نواب بہادر یار جنگ بہادر کے تاثرات کیا ہوں گے اور وہ کس طرح گوارا کر سکیں گے کہ ان کے وطن کے مسائل میں باہر کے لوگ مداخلت کرنے کے لئے لمبے لمبے سفر طے کر کے حیدرآباد تشریف لائیں یا بمبئی اور ناگپور کے پلیٹ فارموں پر وہاں دھواں دھار تقریریں کریں۔ (پیام)

یہ ایسے رموز حیات ہیں جن کو جرائد نگار سمجھ نہیں سکتے ہم صرف اتنا جانتے ہیں کہ اگر بیرونی مداخلت سے حیدرآباد کے مسائل میں الجھن پیدا ہو تو اس کو سلجھانے کی ذمہ داری تنہا ان اداروں پر عائد نہیں ہوتی۔ یہ فرض تو حکومت کا ہے۔ اگر اس فرض کی انجام دہی میں حکومت کو دشواریوں سے دوچار ہونا پڑے اور مقامی حکومت پر عرب وقت کا الزام لگایا جائے تو ان کی حوصلہ افزائی جرائد پر لازم ہو جاتی ہے کیونکہ جس طرح انگلستان

میں بادشاہ سے غلطی نہیں ہوتی بالکل اسی طرح ہندوستان میں لیڈروں سے غلطی نہیں ہوتی۔

اگر آپ عدم تشدد کو چھوڑ دیں تو آپ مجھ کو زندہ نہ پائیں گے (مہاتما گاندھی)

نامہ نگاروں کا بیان ہے کہ گاندھی جی "تقریباً" پونے میں بو خیر و عافیت سکونت پذیر ہیں اور عدم تشدد بمبئی میں دم توڑ رہا ہے۔

کل ہند ریاستی مسلم لیگ کی کمیٹی ریاستی مسلمانوں کے اقتصادی اور سیاسی حالات معلوم کرنے کے لئے اپنا دورہ مملکت آصفیہ سے ۲۰ راگست سے شروع کرے گی۔ (ایک خبر)

ہمیں یہ اطلاع ملی ہے کہ یہ کمیٹی حیدرآباد کے دیہی مسلمانوں کے اقتصادی حالات سے اپنی تحقیقات شروع کرنے والی ہے۔

ایک اور بات جس کے متعلق میں آپ پر زور دینا چاہتا ہوں وہ آپ کی عظیم تر ذمہ داری ہے۔ آل انڈیا کانگریس کمیٹی کے ممبر پارلیمنٹ کے ممبروں کی طرح ہیں۔ کانگریس تمام ہندوستانیوں کی نمائندہ ہے۔ کانگریس ابتدا ہی سے کسی خاص طبقہ یا کسی مخصوص رنگ یا ذات یا کسی خاص صوبہ کی نہیں رہی ہے۔ اپنے آغاز سے لے کر اب تک اس نے پوری قوم کی طرف سے نمائندہ ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔

(مہاتما گاندھی)

کانگریس کی اس ہمہ گیر حیثیت سے کون انکار کر سکتا ہے؟ ہماری تو یہی خواہش ہے کہ کانگریس کو ہمہ گیر اقتدار مل جائے تاکہ وہ اٹلی اور جرمنی کی طرح ہندوستان میں بھی ایک ہمہ گیر حکومت قائم کرے۔

ڈاکٹر رضی الدین صدیقی کو مبارکباد دیتے ہوئے معاصر "شیر دکن" نے ذریعہ تعلیم اور دینیات لازم سے متعلق اپنے دیرینہ مطالبے دہرائے ہیں۔ مقامی زبانوں سے متعلق معاصر موصوف کے اس مسلسل اور وقت بے وقت پروپیگنڈے پر جب ہم غور کرتے ہیں تو ہمیں غالب کا یہ شعر یاد آجاتا ہے۔

خط لکھیں گے گرچہ مطلب کچھ نہ ہو
ہم تو عاشق ہیں تمہارے نام کے

سیتا کے ایک نوٹس تحریر کرتے ہیں کہ:۔
کچھ دنوں سے مالکان مملکت تعمیر نے

اپنے سنیماؤں میں مسلمانوں کے لئے نماز مغرب کے وقفہ کا انتظام کیا ہے۔ چنانچہ باقاعدہ طور پر اس کی پابندی بھی ہو رہی ہے لیکن نماز کے لئے جو وقفہ دیا جاتا ہے وہ ناکافی ہے۔ میں اس سلسلہ میں مالکان مملکت تعمیر کو یہ واضح کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ نماز مغرب میں (۵) رکعت لازمی ہیں اور اس کے لئے جو وقفہ دیا جاتا ہے وہ بہ سہولت نماز کی ادائی اور حسب ضرورت طہارت وغیرہ کے لئے بہت ہی کم ہے۔ نماز کے لئے سکون و اطمینان کی ضرورت ہے۔ لہذا مالکان مملکت تعمیر نے مسلمانوں کی عبادت کے اوقات کی تحریم و تکریم کے مد نظر جہاں یہ وقفہ مقرر کیا ہے وہاں وقفہ کو زیادہ کر دیں تو شکایت رفع ہو جائے گی۔"

سینما اور عبادت کے اوقات کی تحریم و تکریم! معلوم نہیں یہ خود فریبی ہے یا خدا فریبی۔ ہم پہلے ہی عرض کر چکے ہیں کہ رنگ کی طرح سینما بینی کو بھی عبادت میں داخل کر دینا چاہئے۔ مذہب اور تفریح کے امتزاج سے عبادت بہت پر کیف ہو جائے گی اور یہی مذہب کی اصلی غایت ہے۔ اگر مجلس علماء اور جمعیت المشائخ اس کے جواز میں کوئی متفقہ فتویٰ صادر کر دیں تو بہت سے مسلمانوں کا بھلا ہو جائے گا۔

خود مختاری مملکت آصفیہ

تقریر شاہانہ

حضرت آصف جاہ اول بانی سلطنت دکن کے اعلان خود مختاری کی دو صد سالہ یادگار میں ۱۹ رجب ۱۳۶۱ھ کو سلطانی دربار میں جو بمقام خلوت مبارک منعقد ہوا اعلیحضرت بندگانعالی متعالی مدظلہ العالی نے جو تقریر ارشاد فرمائی تھی وہ ذیل میں درج کرنے کی عزت حاصل کی جاتی ہے

حضار دربار کو غالباً معلوم ہوگا کہ ہماری آج یہاں جمع ہونے کی غرض یہ ہے کہ ہم ایک ایسے عظیم الشان اور دلچسپ تاریخی واقعہ کی دوسری صدی کی یادگار منائیں جو خاص میرے خاندان سے نیز اس ملک سے متعلق ہے جس پر سلاطین آصفیہ نے دو سو سال تک حکمرانی کی ہے۔ نظام الملک اول کو اللہ تعالیٰ نے عجیب اوصاف ودیعت کئے تھے۔ یعنی ان میں ذاتی شجاعت اور اعلیٰ تدبر کے جوہر موجود تھے۔ اس کے سوا انہوں نے فن سپہ سالاری میں درجہ کمال حاصل کیا تھا ان ہی اوصاف کی وجہ سے ان کی پر رعب شخصیت اٹھارہویں صدی عیسوی میں نمایاں تھی۔ اس زمانہ میں مغلیہ سلطنت بڑی سرعت کے ساتھ روبہ زوال تھی لیکن یہ سمجھا جاتا تھا کہ اگر کوئی قوت اس کے زوال کو روک کے اور سلطنت میں از سر نو استحکام پیدا کرنے کی قدرت رکھتی ہے تو وہ نظام الملک اول کی قوت ہے۔ ہندوستان اور دکن میں دور دراز کے صوبجات سے اب کی اور عزیز گروہ ان پر تھا اور وہاں ان کی شجاعت و سخاوت کی شہرت پھیل گئی تھی جہاں کہیں وہ گئے وہاں فساد و بغاوت کی گھٹائیں منتشر ہو گئیں اور سلطنت کا کوئی ایسا حصہ نہیں تھا جس نے ان کی اطاعت اور فرمانبرداری میں سر تسلیم خم نہ کیا ہو مگر باوجود ان باتوں کے ان کا دل دکن نے موہ لیا تھا۔ کیونکہ وہ اس ملک سے اپنے پیارے بچے کی طرح محبت کرتے تھے۔ ان کی حکومت ہر چند وہ مشفق انسان اور خود مختار نہ تھی۔ تاہم انہوں نے کل ذاتی اغراض کو بالائے طاق رکھ کر اس وقت تک تخت دہلی سے قطع تعلق نہیں کیا جب تک کہ شہنشاہ اکبر کے بعد ان کے خاندان کی اصلی شان و شوکت کے از سر نو قائم ہونے کی موہوم سی امید باقی تھی اس مقصد کی تکمیل میں وہ ایسے منہمک ہوئے کہ انہوں نے بڑے اختیارات سے کام لے کر دکن کو ایک مرحلہ کے لئے خیرباد کہا اور دہلی کی طرف روانہ ہوئے تاکہ وہاں کے عمائد سلطنت کو اپنے قوی بازوؤں میں لیں وہ شرافت و شجاعت کے روح رواں تھے لیکن وفاداری کے ساتھ تھوڑے ہی عرصہ میں ان کو جلد معلوم ہوگیا کہ سلطنت کا مرکز عمل کمزور ہوگیا ہے اور بادشاہ وقت کی حالت اس قدر خراب ہوگئی ہے کہ ان میں وفاداری کی قدر کرنے کا مادہ زائل ہوگیا ہے اور وہ اپنی وقعت بھی کھو بیٹھے ہیں شاہی دربار میں اپنی جماعت کو ایسی کمزور پاکر انہوں نے پھر جنوب کا رخ کیا اور دکن کو خوش قسمتی سے ایسی ہی ست ابھی قدم واپس آئے ان کی خود مختاری

یہی کسی کو کلام نہیں تھا مگر جب تک استحکام سلطنت کی امید تھی وہ اپنے پرانے تعلق منقطع کرنا نہیں چاہتے تھے۔ اس دفعہ جب وہ دکن کو واپس آئے تو ان کا خیال ہوا کہ خاندان مغلیہ معدوم ہوگیا ہے اور شاہی شجر جس کی ڈالیاں ہندوستان پر اب تک سایہ افگن تھیں وہ جڑ تک پژمردہ اور خشک ہوگیا ہے۔ تاریخ ہم کو بتلاتی ہے کہ ان کا یہ اندازہ کس قدر صحیح تھا۔ تخت دہلی پر یکے بعد دیگرے بادشاہ تخت نشین ہوتے گئے اور غیر وفادار ذلیلوں کی باہمی سازشوں نے ان کو اپنی خواہش پر معزول بھی کر دیا۔ ذاتی وقعت اور خودداری اس امر کو روا نہیں رکھ سکتی تھی کہ ایک ایسے تخت و تاج کے ساتھ تعلق قائم رکھے جو قعر مذلت میں گر چکا تھا اور آصف جاہ اول کے لئے مقتضائے شرافت یہی تھا کہ وہ اپنے خاندان اور ملک کے مفاد کی غرض سے جس پر وہ حکمرانی کر رہے تھے خود مختاری کا اعلان کر دیں۔ انہوں نے اس کام کو خلوص نیت کے ساتھ کیا۔ کوئی حقیقی استقلال جو نہیں ہو سکتا اور استحکام صرف اسی وقت حاصل ہو سکتا ہے کہ باہمی فرائض اور ذمہ داریوں کا طرفین سے اعتراف کیا جائے۔ تاریخی واقعات نے ان کو اس منصب پر پہنچایا تھا لیکن مشیت ایزدی نے اس کی تکمیل کر دی۔ دکن کی خود مختاری کے اعلان کے ساتھ گورنمنٹ بھی مستحکم ہو گئی تھی جس میں دہلی کی سی سازشوں کا شائبہ نہیں تھا اور نظام الملک کی رعایا کے لئے دوامی طور پر فلاح و بہبود کی صورت پیدا ہو گئی۔ اس وقت سے اب تک دو صدیاں گزر چکیں اور دکن کی بادشاہت پر میرے خاندان کا اقتدار قائم ہوئے ہوئے اب تیسری صدی کا آغاز ہو رہا ہے۔ یہ بات میرے لئے کم باعث فخر و مباہات نہیں ہے کہ سلاطین آصف جاہی نے صرف اس خیال سے حکمرانی کی ہے کہ اس ملک کی رعایا کو خوشحالی اور قناعت حاصل ہو۔ آصف جاہ اول کے اعلان خود مختاری سے وفاداری کی زنجیر میں اور کڑیوں کا اضافہ ہو گیا ہے جنہوں نے حاکم اور محکوم دونوں کو یکساں حب الوطنی میں جکڑ دیا ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ میری عزیز رعایا کو اس اعلان کے متعلق ایسا ہی فخر و ناز ہے جیسا کہ مجھے ہے۔ اس عظیم الشان واقعہ کی یاد ہم سب کو عزیز ہے کیونکہ وہ حب الوطنی کی علامت اور نشانی ہے۔ ملک کو دوسروں کی سرسبزی اور تہذیب کے درجہ کمال کو پہنچانے کے لئے ہم سب کا ایک ہی نصب العین ہے۔ اگر ہم اس کے حاصل کرنے میں کامیاب ہوں تو ہم کو نظام الملک اول کا ممنون ہونا چاہئے جنہوں نے اپنی عالی فراست سے اپنے خاندان اور رعایا کو بیرونی دراندازوں سے محفوظ و مامون کر کے خود مختار بنایا۔ اس عظیم الشان واقعہ کی یاد اس قابل ہے کہ ہم اس کو دائماً تازہ رکھیں اور قومی زندگی کے اظہار کے لئے مزید کوششیں عمل میں لائیں چونکہ

مملکت سرکار عالی بیرونی دراندازوں سے محفوظ ہے اس لئے اس کو زرین موقع حاصل ہے کہ رعایا کو خوشحال اور مطمئن بنائے مجھے اپنی عزیز رعایا پر کامل اعتماد ہے اور یہ امر محتاج بیان نہیں ہے کہ ان کی عقیدت فرمانروائے سلطنت اور اس کی ذات کے ساتھ پختہ اور غیر متزلزل ہے لہذا اس موقع کی جتنی زیادہ قدر و قیمت کی جائے کم ہے کیونکہ حب الوطنی حاکم اور محکوم کے لئے ایک عام ورثہ ہے۔ باہر کے اجنبی بدخواہ خواہ کتنا ہی یہاں کے نظم و نسق پر نکتہ چینی کریں مگر جب تک ہم اپنے مسلک پر ثابت قدم ہیں اور شاہراہ ترقی پر گامزن ہیں ان کی ایسی خردہ گیری ہم پر کچھ اثر نہیں کر سکتی مقول

قطعہ

سزاوار محبت بوالہوس نیست ۔ کہ ہم رنگ گل تر خار و خس نیست
بود پروانہ بہر عشق ورنہ ۔ بآتش سوختن کار مگس نیست

آخر میں میری دعا ہے کہ خدا اس ریاست کو دنیا کے شر و فساد سے محفوظ رکھے اور اس کو روز افزوں ترقی و سرسبزی نصیب ہو۔ اور دوست شاد و سرخرو رہے و بدخواہ ناشاد و سیاہ رو۔ آمین بجاہ طٰہٰ و یٰسین فقط"

روسی محاذ

اسٹالن گراڈ کی مدافعت

ماسکو ۱۳ اگست ۔ باوجود جرمنوں کے زبردست حملوں کے روسی نہایت پامردی سے اسٹالن گراڈ کی مدافعت کر رہے ہیں۔ کلٹسکیا اور کوٹل نکوو کے رقبوں کے اطراف جرمن پانسر فوج کے دونوں پہلوؤں پر شدید لڑائی ہو رہی ہے۔ کلٹسکیا کے رقبہ میں ایک روسی دستہ کو پیچھے ہٹنے پر مجبور ہونا پڑا لیکن کوئی بڑی پسپائی نہیں ہوئی لیکن بعض مقاموں میں روسیوں نے جوابی حملے کئے اور اپنے مورچوں کو مستحکم کئے کوٹل نکوو کے رقبہ میں روسی دستوں نے کئی ایک کامیاب حملے کئے دشمن کو پیچھے ہٹانے کے بعد روسی اس کو اپنے نئے مورچوں کے مستحکم کرنے کا کوئی موقع نہیں دے رہے ہیں۔

شمالی قفقاز کی صورت حال بہت نازک ہے آج صبح روسی اعلامیہ میں کہا گیا ہے کہ شدید معرکہ آرائی کے بعد چرکس کے قریب روسی فوجیں پیچھے ہٹنے پر مجبور ہوئیں اور آگے شمال مغرب میں کرسنادر کے علاقوں میں شدید لڑائی ہو رہی ہے اور دریائے کیوبن کو عبور کرنے کی جو کوشش جرمن کر رہے ہیں روسی اس کی مقاومت کر رہے ہیں۔

روسی مسلمانوں کا عزم فتح

مفتی روس کے تاثرات

مسلمان باشندے سوویٹ یونین کی حفاظت میں بہت اہم حصہ لے رہے ہیں۔ آذربائیجان، ترکمانیہ، ازبکستان، قازقستان، قرغزیہ، تاتاریا، بشکیریہ، داغستان اور مشرق کی دیگر روسی جمہوریتوں کے باشندے تمام محاذوں پر نظر آتے ہیں ان میں سے بہت سے افراد کو سوویٹ یونین کے اعلیٰ ترین فوجی اعزاز ملے ہیں۔ وسطی ایشیا، وولگا کی زرخیز وادی اور قفقاز کے پہاڑی علاقوں جیسے دور دراز ضلعوں سے ہزاروں مسلمانوں کی فوجیں جمع ہو کر سوویٹ یونین کی امداد کے لئے پہونچی ہیں۔ قفقاز کی فوجوں کا ایک بڑا حصہ مسلمان سپاہیوں پر مشتمل ہے۔ روسی محاذ کے تمام حصوں میں جہاں گھمسان کی لڑائی ہوتی ہے وہاں مسلمان فوجیں منتخب اور آزمودہ کار دستوں کی حیثیت سے اہم خدمات انجام دیتی ہیں۔ اب تک چار مسلمان افسروں اور سپاہیوں کو ہیروز آف دی سوویٹ یونین (سوویٹ یونین کے جانباز) کے گران قدر اعزاز عطا ہو چکے ہیں۔ یہ اعزاز برطانوی وکٹوریہ کراس کا ہم پلہ ہے "سوویٹ وار نیوز" کا بیان ہے کہ مسلمانوں نے اس سے کم درجہ کے کئی اعزاز بھی حاصل کئے ہیں۔ روس کے آئین کے دفعہ ۱۲۳ کی رو سے تمام قومی عدم مساوات اور حد بندیاں قانوناً ختم کر دی گئی ہیں۔ یونین کی اقوام کی تمام زبانیں برابر کا درجہ رکھتی ہیں۔ قومی جمہوریتوں میں قومی زبانیں ایک تو روسی ہوتی ہیں اور ایک وہ زبان جو اس جمہوریت کے زیادہ تر باشندے بولتے ہوں۔ یکم جنوری ۱۹۴۱ء کو ان اسکولوں میں جن میں آذربائیجانی، تاتاری، ازبکی، ترکمانی اور دیگر مسلم زبانوں میں تعلیم دی جاتی ہے طالب علموں کی کل تعداد ۲۵۹۹۰۰۰ تھی اس میں وہ مسلمان طلباء شامل نہیں ہیں جو ایسے اسکولوں میں تعلیم پاتے ہیں جہاں سوویٹ یونین کی کسی دوسری زبان میں تعلیم ہوتی ہے اور اس میں وہ روسی اور دیگر اقوام کے طلباء بھی شامل نہیں ہیں جو ایسے اسکولوں میں تعلیم پاتے ہیں جہاں قرغزی، تاتاری اور اسی طرح کی دیگر زبانوں میں تعلیم دی جاتی ہے۔ سوویٹ آئین کی دفعہ ۱۲۴ تمام شہریوں کی مذہبی عبادت کی ضمانت کرتی ہے اس کی بناء پر گھروں پر مذہبی تعلیم اور شیعی و سنی دونوں طبقوں کی مسجدوں میں عبادت وغیرہ کی آزادی ہے سوویٹ یونین میں مسلمانوں کا مرکز بشکیریا میں شہر اوفا ہے جو ان کے موجودہ مذہبی رہنما علامہ عبدالرحمان رسولیو کا مستقل مسکن ہے سوویٹ یونین کے مسلمانوں کی معاشرتی زندگی میں کس قدر تیزی سے ترقی ہوئی ہے کہ سابق میں اس کی مثال نہیں ملتی ہے وسط ایشیائی جمہوریتوں، ازبکستان، ترکمانستان، تاجکستان، قرغزیہ اور قزاقستان میں یکم جنوری ۱۹۴۱ء کو ۱۰۳ تھیٹر تھے جن میں سے ۹۰ مقامی زبانوں میں تماشا دکھاتے تھے۔ ان جمہوریتوں میں ۹۰۴۹ کتب خانے۔ ۹۰۳۴ کلب وغیرہ اور ۲۴۰ عجائب خانے تھے۔ مسلمانوں کی زبانیں اور ان کے پرانے ادبیات پھر سے زندہ کئے جا رہے ہیں روسیوں، یوکرینیوں اور بیرونی ادبیات کی عمدہ عمدہ کتابوں کے ترجمے ترکی تاتاری اقوام کی زبانوں میں کئے جا رہے ہیں مسلم جمہوریتوں میں غیر تعلیم یافتہ لوگوں کا فی صدی تناسب مردوں میں ۶۰۰۴ اور عورتوں میں ۹۱۰۷ تھا۔ ۱۹۳۹ء میں یہ تعداد مردوں میں ۳،۲ اور عورتوں میں ۱۰۰۲ ہو گئے دیگر جمہوریتوں میں بھی ایسا ہی ہے ۱۹۳۹ء کی مردم شماری کے مطابق آذربائیجان کی جمہوریت میں ۵۰۰۰۰ آدمی اعلیٰ تعلیم یافتہ تھے اور وہاں کی کل آبادی ..... ۲۰۰ تھی ترکمانی جمہوریت کی کل آبادی ۱۲۵۳۰۰ میں سے ...۳۰۰ آدمی اعلیٰ تعلیم یافتہ تھے اور قازقی جمہوریت میں ......۱۰ کی آبادی میں تقریباً ...۱۲۰۰ اعلیٰ تعلیم یافتہ تھے مسلم علاقوں میں اعلیٰ تعلیم کے بہت سے نئے ادارے کھلے ہیں ان کی تعداد قازقستان کے دارالسلطنت الماتا میں، آذربائیجان کے دارالسلطنت باکو میں بحیثیت مجموعی اکاڈمیوں کے علاوہ ازبکستان کے دارالسلطنت تاشقند میں سنٹرل ایشیاٹک یونیورسٹی بہت اہم ہے سوویٹ اکاڈمی آف سائنس کی شاخوں کا جال قومی جمہوریتوں میں دور تک پھیلا ہوا ہے اور ان میں مسلمان سائنس داں کام کرتے ہیں وسط ایشیا قفقاز اور وولگا کے علاقہ میں بعض نہایت زرخیز زمینوں کی کاشت مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے اور ان مسلمانوں کا قول ہے کہ ہمارے پاس جو کچھ ہے ہم ہٹلر کی دستبرد سے بچا رہیں گے۔ وہ اپنی زمینوں کو بچانے کے لئے ان حملہ آوروں سے جنہیں وہ لوگ اسلام کا دشمن تصور کرتے ہیں اپنی زندگی ہتھیلی پر رکھ کر لڑیں گے۔

مفتی عبدالرحمٰن رسولیو نے جو اسلامی مذہبی مرکز کی مجلس عمومی کے صدر ہیں فرانسیسی ایم جین مصنف سے ایک ملاقات کے دوران میں بیان کیا کہ روسی مسلمانوں نے جرمنوں کے خلاف جنگ میں پوری طرح حصہ لینے کا عزم کر لیا ہے۔ ان دونوں کی ملاقات مفتی کی بڑی جاگیر میں ہوئی جو اوفا میں واقع ہے اوفا خود مختار جمہوریت باشکیریا کا دارالحکومت ہے مفتی کی عمر ۷۰ سال ہے اور وہ ایک شیخ کے بیٹے ہیں جنہیں ۱۸۹۳ء میں اس جرم پر ۹ سال کے لئے جلاوطن کر دیا گیا تھا کہ انہوں نے باشکیریا میں اسلامی تعلیم پھیلانے کی کوشش کی تھی۔ زار کے دور حکومت میں خود عبدالرحمٰن رسولیو کے لئے ہر وقت قید یا جلاوطن ہونے کا خطرہ رہتا تھا کچھ عرصے کے لئے آپ نے بیرونی ممالک کا سفر اختیار کیا کہ مکہ جا کر حج کیا اور مصر شام اور ترکی کی سیاحت کی آپ عربی ترکی اور ایرانی زبانیں بول سکتے ہیں۔

مفتی نے کہا "ہمارے تمام فرزند روس کی سرخ فوج میں ہیں اکثر بہادروں کی فہرست میں مسلمانوں کے نام نظر آتے ہیں۔ ایسے ہر موقع پر مجھے مسرت ہوتی ہے میں نے فتویٰ دیا ہے کہ ہر مسجد اور ہر گھر میں جاری جنگ کے لئے دعا کی جائے اور پیروان اسلام نے اس پر عمل بھی کیا ہے ہمارے مسلم بھائی اس حق بجانب جنگی جدوجہد کو جاری رکھنے کے لئے روپیہ اور اپنی محنت کے ثمرہ کا بڑا حصہ دے رہے ہیں"۔

مفتی نے بیان کیا کہ جولائی ۱۹۴۱ء میں روسی مسلمانوں کے علماء کی مرکزی تنظیم نے سوویٹ یونین کے مسلمانوں کے نام ایک اپیل شائع کی تھی جس میں ان سے حملہ آور کے مقابلہ کے لئے جنگ میں شریک ہونے کے لئے کہا گیا تھا۔ اسی طرح کی ایک اپیل تمام دنیا کے مسلمانوں کے نام بھی شائع ہوئی تھی۔

مفتی نے کہا "سوویٹ یونین نے ہم پر ایک احسان کیا ہے جسے ہم کبھی نہیں بھولیں گے ہمیں مذہبی آزادی اور مساوی شہری حقوق دیے گئے ہیں۔ زار کے دور حکومت میں حالات کچھ اور تھے۔ اس زمانہ میں کسی مسلمان کے خواب و خیال میں بھی یہ بات نہیں آ سکتی تھی کہ وہ کریملن کی کانفرنسوں میں شریک ہو سکے گا لیکن آج اس ملک کے تمام حصوں کے مسلمان سوویٹ کی مجلس اعلیٰ اور دوسرے اجتماعات میں دوسرے شہریوں کے ساتھ مساوی حیثیت سے شریک ہوتے ہیں۔

اسی لئے ہم لوگ جمہوریہ روس کو اپنا وطن سمجھ کر عزیز رکھتے ہیں جب اس وطن پر حملہ ہوتا ہے اس وقت ہم سب دفاع کے لئے آمادہ ہو جاتے ہیں۔ ہمارے وہ مسلمان بھائی جو باشکیریا، ترکمانستان، کرغیزیہ اور قزاقستان کے رہنے والے ہیں وہ سب اس وقت بھی نازی حملہ آور کے مقابل ہو کر لڑ رہے ہیں کیونکہ انہیں معلوم ہے کہ جرمن فسطائیت کی بدولت جو دور حکومت شروع ہوگا وہ زار کے عہد سے کہیں زیادہ خراب اور گزرا ہوگا"۔ مفتی نے بیان کیا کہ آپ سرکاری عہدہ دار نہیں ہیں بلکہ آپ کو ۱۹۳۶ء میں ان نمائندوں نے منتخب کیا تھا جو روس کے تمام حصوں سے "اوفا" آئے تھے۔ آخر میں آپ نے کہا کہ آپ نے مفتی کی حیثیت سے اپنی خدمت کو اپنی قوم اور وطن کے لئے وقف کر دیا ہے۔

مسٹر جناح کا کانگریس کو جواب

مسٹر جناح ایک صحافتی بیان میں کہتے ہیں کہ کانگریس کی بمبئی والی حالیہ قرارداد اصل وہی ہے جو ستمبر ۱۹۳۹ء میں منظور کی گئی تھی اگرچہ اس کی زبان کچھ بدلی ہوئی ہے۔ ستمبر ۱۹۳۹ء میں جو قرارداد منظور کی گئی تھی اس میں یہ مطالبہ کیا گیا تھا کہ ہندوستان کو فوری آزادی کا اعلان کیا جائے اور ایک عارضی قومی حکومت قائم کی جائے جس کے ہاتھ میں حکومت کے پورے اختیارات منتقل ہوں۔ دوسرے یہ کہ عوام کو حق دیا جائے کہ وہ ایک دستور ساز اسمبلی کے ذریعہ اپنا دستور مرتب کریں اور دستور ساز اسمبلی کا انتخاب بالغان کی رائے دہی سے کیا جائے۔ ان دونوں قراردادوں میں فرق صرف یہ ہے کہ اول الذکر قرارداد میں اعلان کا مطالبہ کیا گیا تھا اور اب ایک دوسری زبان دیکر "ہندوستان سے چلے جاؤ" کے نعرہ کی صورت میں پیش کیا گیا ہے۔

مسلم ہندوستان جیسا کہ میں نے بارہا کہا ہے ہندوستان کے جملہ لوگوں کی کامل آزادی کا خواہاں ہے۔ لیکن ہم نے کانگریس کی تجویز کو اس لئے مسترد کر دیا تھا کہ فوری طور پر عارضی قومی حکومت تشکیل دینے کے مطالبے کا منشا ہندو راج یا ہندو اکثریت کی حکومت تھا۔ دوسرا مطالبہ یعنی عوام کو اپنا دستور مرتب کرنے کے لئے دستور ساز اسمبلی کا قیام یہ معنے رکھتا ہے کہ ایسی اسمبلی میں ہندوؤں کی بہت بڑی اکثریت ہوگی اور اگر بالغان کی رائے دہی کی بنیاد پر دستور ساز اسمبلی منتخب کی جائے تو مسلمانوں کو دس فی صد نمائندگی بھی حاصل نہ ہوگی اور یہ بالکل واضح ہے کہ ایسی جماعت کس نتیجہ پر پہنچے گی۔

مرکزی حکومت

مزید برآں ستمبر ۱۹۳۹ء میں یہ بنیادی اصول بھی طے کیا گیا تھا کہ یہ دستور متحدہ ہندی وفاق کی بنیاد پر تشکیل دیا جائے جس کی وحدتوں کو محض خود مختاری حاصل ہے۔ اس کا صاف مطلب یہ تھا کہ وہ صوبے بھی جو مسلمانوں کے وطن ہیں اور جہاں ان کی اکثریت ہے ایسی مرکزی حکومت کے بالکلیہ تابع ہوں جہاں ہندوؤں کی اکثریت ہوگی۔ اس موقف کو مسلمان قبول نہیں کر سکتے تھے کیونکہ اس کا منشا صاف طور پر ان کے مطالبہ پاکستان کو مسترد کرنا ہے۔ اور اس سے یہ بات بھی مترشح ہوتی ہے کہ ان کو ہندوستان کے اُن حصوں میں بھی جہاں وہ اکثریت میں ہیں جیسا کہ شمال مغربی منطقے میں ہیں اور [illegible] فی صد جیسا کہ [illegible] فی صد مشرقی منطقے میں ہیں ایک مستقل قوم کے بجائے قوم کی ایک ذیلی جماعت کی حیثیت سے ہندو راج کی اطاعت قبول کرنی پڑے گی۔ ان منطقوں میں مسلمانوں کی تعداد [illegible] کروڑ سے زیادہ ہے اور وہ ایک جانی پہچانی ایک قوم کی حیثیت سے آباد ہیں چاہے کتنے عظیم کیوں نہ ہوں ان پر لاد دی جائے۔ اس کے ساتھ مسلمانوں اور دیگر اقلیتوں اور مفادات کو نظر انداز کر کے کانگریس یہ سوال اٹھانا چاہتی ہے اگر حکومت "ہندوستان سے چلے جاؤ" کے مطالبہ کو قبول کر لے یہ فیصلہ کرنے کے بعد کانگریسی لیڈر برسر اقتدار پر ...

خاطر اور خاص کر مسلمانوں کو دھوکا دینے کے لئے انفرادی طور پر پتنگ اڑانے لگے۔ دارالعوام میں کل جو اس کی آواز بازگشت سنائی دی یہ تھی کہ کانگریس صرف اخلاقی نقطۂ نظر سے لڑ رہی ہے اور حکومت کے اقتدار اور قوت میں کوئی حصہ لینا نہیں چاہتی۔ بلکہ یہ چاہتی ہے کہ ہندوستان کی حکومت مسلم لیگ کے ہاتھ میں دیدی جائے اور یہ کہ وہ برطانوی راج کے مقابلہ میں بخوشی مسلم راج قبول کرے گی۔ حیرت انگیز واقعہ تو یہ ہے کہ بعض کانگریسی لیڈروں کے ایسے انفرادی اعلانات کی مسٹر گاندھی نے بھی تائید کی۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ کوئی سمجھدار شخص ایسی خواہش کے پرخلوص ہونے پر یقین نہ کرے گا کیونکہ اس کو باور کرنا مشکل ہے لیکن فرض کرو کہ ایسی خواہش خلوص پر مبنی ہے تو میں اس کا خیر مقدم کروں گا۔ اگر حکومت برطانیہ مسٹر گاندھی کی سفارش کو قبول کر لیتی ہے اور ہندوستان کی حکومت کو مسلم لیگ کے ہاتھ دینے کا کوئی انتظام کرتی ہے تو مجھے یقین ہے کہ مسلم حکمرانی کے تحت غیر مسلموں کے ساتھ عدل، انصاف اور فیاضی کے ساتھ برتاؤ کیا جائیگا۔ اس کے علاوہ ہندوستان کی حکومت مسلمانوں کے ہاتھ میں دے کر برطانیہ مسلمانوں کے ساتھ پوری تلافی کر دے گا کیونکہ انہی سے اس نے حکومت حاصل کی تھی۔ مجھے یقین ہے کہ اگر حکومت برطانیہ ایسا فیصلہ کرے تو مسلمان اس کا خیر مقدم کرینگے۔

ایک اور پتنگ جو گزشتہ چند روز سے اڑائی جا رہی تھی یہ تھی کہ کانگریس مسلم لیگ سے سمجھوتہ پر آمادہ ہے۔ یہ تجویز بھی صرف دکھاوے کے لئے ہے کیونکہ کانگریس نے یہ طے کر لیا ہے کہ سمجھوتہ کی بنیاد وحدانی وفاقی حکومت ہوگی۔ اور وہ اچھی طرح جانتی ہے کہ مسلم لیگ ایسی بنیاد کی مخالف ہے۔

کانگریس کی ضد

یہ بالکل ظاہر ہے کہ کانگریس نے اپنی سرکاری قرارداد کے ذریعہ جو یکم مئی ۱۹۴۲ء کو آل انڈیا کانگریس کمیٹی میں منظور ہوئی مسلمانوں کی تجویز تقسیم ہند یا اسکیم پاکستان کی بحث کو قطعی طور پر مسترد کر دیا۔ کانگریسیوں نے انفرادی طور پر بھی جن میں مسٹر گاندھی بھی شریک ہیں پاکستان کے سوال کی نسبت سخت روش اختیار کی۔ اور مسلم ہندوستان کے لئے سمجھوتہ کی بھی ایک بنیاد ہے۔ پنڈت جواہر لال نہرو نے ابھی حال ہی میں اس امر کو واضح کر دیا ہے کہ وہ تقسیم کی اسکیم پر بحث کرنے کے لئے بھی تیار نہیں ہیں۔ اور یہ کہ یہ اسکیم مضحکہ خیز ہے۔

میں نے کانگریسی جرائد میں وہ مراسلت دیکھی ہے جو ایک مسلمان صاحب سے جو حیدرآباد سے کل بمبئی وارد ہو کر برلا ہاؤس پہنچے اور صدر کانگریس سے ہوئی تھی اور جس کی اشاعت کا پہلے ہی سے انتظام کر لیا گیا تھا کہ ان صاحب کے نام صدر کانگریس کا جو خط تھا اس کی تصدیق پنڈت جواہر لال نہرو سے کرائی جائے۔ مجھے ان پر حیرت آتی ہے کہ یہ تو ہندوؤں کی نمائندگی کرتے ہیں نہ مسلمانوں کی اور نہ ہی کانگریس کے

میں کوئی آواز حاصل ہے۔

اس امر کی نسبت مجھے کوئی شبہ نہیں کہ انہوں نے اس تجویز کی نسبت کہ کانگریس اور مسلم لیگ کی کمیٹیوں کو ملنا چاہئے بے حد متضاد بیانات شائع کئے۔ اور کانگریس کی سرکاری قرارداد کی جو یکم مئی کو منظور ہوئی تھی ایسی تعبیریں کیں جو بہت گمراہ کن ہیں۔

محض پروپیگنڈا

جب کانگریسی لیڈر ایسا طریقہ کار اختیار کریں اور اپنی تجاویز کو میرے پاس یا مسلم لیگ کے مستند کے پاس روانہ کرنے کے بجائے اس طرح ان کی اشاعت کریں تو کوئی شخص کیا نتیجہ اخذ کرے گا۔ اس سے صرف یہی نتیجہ اخذ ہو سکتا ہے کہ اس کا منشا اہل ملک میں توقع پیدا کرنا اور بیرونی ممالک میں پروپیگنڈا کرنا ہے۔ اگر اس کا منشا مسلمانوں میں انتشار پیدا کرنا اور ان کو گمراہ کرنا نہیں ہے تو ایک ایسے ذمہ دار ادارے کے لئے اگر وہ واقعی سمجھوتہ چاہتا ہے تو ایسا طریقہ کار زیبا نہیں۔ مجھے یقین ہے کہ یہ چیزیں مسلمانان ہند کو گمراہ نہیں کر سکتیں۔ مسلمانوں کے ساتھ بچوں کا سا سلوک نہیں کیا جا سکتا۔ ان ہتھکنڈوں کو بے نقاب کرنا میرے لئے بہت تکلیف دہ ہے لیکن اس شر انگیز پروپیگنڈے کا مقابلہ کرنے کے لئے جس میں کانگریس کو مہارت حاصل ہے میرے لئے کوئی اور راستہ نہیں ہے۔ میں جانتا ہوں کہ بعض حلقوں میں یہ کہا جا رہا ہے کہ میرے بیانات سے کانگریسیوں کو صدمہ پہنچتا ہے۔ اگر سچ بولنے سے جو ایک تلخ چیز ہے اور اپنے مخالفین کو بے نقاب کرنے سے انہیں صدمہ پہنچتا ہے تو میں مجبور ہوں۔ ان کے لئے اس کا صرف ایک علاج یہ ہے کہ وہ اپنے طریق کار پر نظر ثانی کریں۔

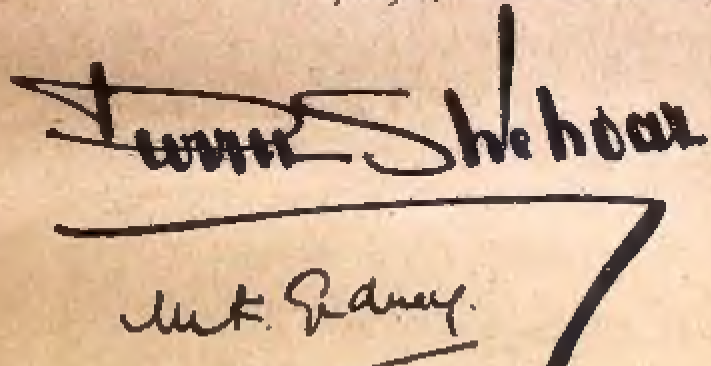
ہرہائنس شہزادی برار و لیڈی گڈنی کی اپیل

سمندر پار اور ہندوستان کے محاذوں پر لڑنیوالے سپاہیوں کے واسطے کرسمس و سال نو کے تحفے بھیجنے کی اپیل

کرسمس و سال نو قریب آرہا ہے۔ اس موقع پر جب کہ ساری دُنیا کے لوگ ایک دوسرے کو یاد کرتے اور تحفے بھیجا کرتے ہیں، ہمیں ان لوگوں کا خیال آرہا ہے جو اپنے وطن اور خاندان سے دور، ہماری حفاظت کے لئے ہر چیز قربان کرکے اپنی زندگی خطرے میں ڈالے ہوئے ہیں تاکہ انسانیت ایک ایسی دنیا میں زندگی بسر کرے جو جوروں کی چیرہ دستی سے پاک ہو۔

چنانچہ مشرق وسطی۔ عراق ایران اور ہندوستان کے محاذہائے جنگ میں خدمت انجام دینے والے ہر ایک سپاہی کے لیے ہندوستان سے تحفے روانہ کرنے کی غرض سے ایک کل ہند اسکیم مرتب کی گئی ہے۔ اس اسکیم کے مطابق علحدہ علحدہ ڈبے تیار کئے جائیں گے جن میں سپاہیوں کے لئے تحفے رکھے جائیں گے۔

ہم سب لوگوں سے اپیل کرتی ہیں کہ وہ اس کرسمس و سال نو فنڈ میں چندہ دیں۔ ہمیں معلوم ہے کہ ہماری اس اپیل سے بہتوں کے دل متاثر ہوں گے۔ آپ کی فوری توجہ کی ضرورت ہے کیونکہ زیادہ سے زیادہ ۱۵۔ ستمبر تک یہ تحفے حیدرآباد سے روانہ کردینا ضروری ہے۔



سمندر پار ہندوستان کے محاذوں پر لڑنیوالے سپاہیوں کے لئے کرسمس و سال نو کے تحفے

پبلک سے یہ استدعا ہے کہ دوستوں کو تحفے دینے اور کارڈ بھیجنے سے اس سال بھی احتراز کریں اور اس طرح جو رقم بچ رہے وہ سپاہیوں کو تحفے بھیجنے کے واسطے "کرسمس و سال نو فنڈ" کو عطا فرمائیں۔

چندہ دینے والوں سے درخواست کی جاتی ہے کہ وہ اپنا دس روپے کا عطیہ (یا دس روپے کی کوئی اور حاصل ضرب رقم) ایک نقد یا منی آرڈر کی شکل میں (جن کی وصولی کی رسید دی جائے گی) مندرجہ ذیل میں سے کسی پتے پر ارسال کریں۔

خازن صاحب اعزازی
تحفہ ہائے کرسمس و سال نو فنڈ ۱۹۴۲ء عارضی دفتر
بیرون دفتر فینانس سیف آباد روڈ۔ حیدرآباد

یا۔ خازن اعزازی مسٹر حبیب احمد
کے، ولے، ایم، ہاسپٹل سکندرآباد

عطا کنندوں سے یہ درخواست ہے کہ دس روپیہ کے ہر ایک عطیہ کے ساتھ ہی اپنا نام اور پتہ بھی ایک پرچہ پر تحریر کریں جو ہر ڈبے میں رکھا جائے گا۔ کمیٹی اس پرچے کو تحفہ پانے والے سپاہی تک پہنچانے کی غرض سے ہر ڈبے میں ایک ایک کارڈ رکھ دیا جائے گا۔ اور عطا کنندہ کی جانب سے سال مختلف زبانوں میں بہتر تمناؤں اور ستائش کا پیغام وصول کنندہ تک پہنچانے کی غرض سے ہر ڈبے میں ایک ایک کارڈ رکھ دیا جائیگا۔ کارڈوں تو کسی کاغذ پر بھی نام اور پتہ لکھا جاسکتا ہے لیکن اس کے لئے خاص طبع شدہ پرچے بھی بنکوں بڑی دفتروں اور سینماؤں سے حاصل کئے جاسکتے ہیں۔

دس روپیہ سے کم چندہ دینے والوں سے عرض ہے کہ وہ اپنے دوستوں کی شرکت سے دس روپیہ کی تکمیل کرلیں۔

اگر دفتروں انجمنوں مدرسوں کالجوں اور جیمخانوں سینماؤں اور دوسرے اداروں میں انفرادی عطیے جمع کرنے کی ذمہ داری کسی کو مقرر کردیا جائے تو وقت اور محنت کی بچت ہوجائیگی، ساتھ ہی اس بات کا لحاظ رکھا جائے کہ دس دس روپیہ کے ہر ایک عطیہ کے ساتھ نام اور پتہ لکھا ہوا پرچہ بھی لگا ہو۔

تحفوں کی خریداری (جن کی اخبارات میں اشاعت ہوگی) اور ان کی پیکنگ اور روانگی کا کام خواتین حیدرآباد و سکندرآباد کی ایک مرکزی کمیٹی انجام دے گی۔ بطور تخمینہ "۲۰۰۰" ڈبے روانہ کئے جانے کی توقع ہے جن میں (۴۰۰۰) اشخاص کے لئے تحفے ہوں گے۔

انتشار انگیزی سے احتراز نہ کیا جائے

جماعت اتحاد و ترقی کی قراردادیں

حیدرآباد یکم ستمبر۔ جماعت اتحاد و ترقی کی مجلس عاملہ کا ایک جلسہ آج شام کو ۶ بجے "بیت الاکبر" سیف آباد میں منعقد ہوا تقریباً تمام ارکان شریک جلسہ تھے اس جلسہ میں تین اہم قراردادیں منظور ہوئیں جو درج ذیل ہیں۔

(۱) برطانوی ہند میں انتشار انگیز تحریکات کے پیش نظر یہ جماعت مقامی اداروں اور سیاسی جماعتوں سے توقع رکھتی ہے کہ وہ اس نازک دور میں کسی ایسے اقدام سے احتراز کریں جس کی وجہ سے ملک کا امن و چین برباد ہو۔ یہ زمانہ ایسا نہیں ہے کہ کوئی جماعت اپنے وقار کی خاطر یا ملک پر اپنے جماعتی اقتدار کو مسلط کرنے کے لئے خود ملک کے عظیم تر مفاد کو نقصان پہنچائے۔ ایسے دور میں جبکہ ملک کے جملہ عناصر کو متحدہ طور پر آنے والے مصائب کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہونا ناگزیر ہے اگر کوئی جماعت جماعتی نقطۂ نظر کو ملکی مصالح پر ترجیح دے تو یہ ایک ناقابل معافی غلطی ہوگی۔

(۲) واقف کار لوگوں کا بیان ہے کہ ممالک محروسہ سرکار عالی میں اجناس خوردنی کے کافی ذخائر موجود ہیں لیکن تاجران غلہ نے نفع اندوزی کی خاطر ان ذخائر کو محفوظ اور مخفی رکھا ہے۔ جماعت اتحاد و ترقی یقین رکھتی ہے کہ نرخوں کا تعین اور برآمد اجناس کے خلاف حکومت کے امتناعی احکام محض غریب عوام کی خاطر نافذ کئے گئے ہیں۔ ملک کا سرمایہ دار طبقہ خود ذخائر اجناس پر قابض اور متصرف ہے عوام کی سہولت پر ذاتی منافع کو ترجیح دے رہا ہے۔ اگر اس کے خلاف عوام احتجاج نہ کریں تو وہ وقت دور نہیں کہ غربا و اعیان کے متعلقین کو فاقوں سے دوچار ہونا پڑے لہٰذا اس جماعت کی رائے میں ضروری ہے کہ اجناس خوردنی کے ذخائر کو جو فی الوقت گوداموں میں محفوظ ہیں بازار میں لایا جائے اور ان ہی نرخوں پر اس کی نکاسی عمل میں آئے جو حکومت نے کمال غور و خوض کے بعد تجارتی امور کو پیش نظر رکھکر اور تاجروں کی مشکلات پر ہمدردی سے مقرر فرمائے ہیں۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ عام رعایا کو مسئلہ غذا کی اہمیت سے واقف کراتے ہوئے اس امر کا اعلان کیا جائے کہ رعایا کے وہ افراد جو انفاذ شدہ نرخوں کی نشاندہی کریں گے وہ انعام کے مستحق ہوں گے۔ باوجود امتناعی احکام کے سرحدی علاقوں سے غلہ برطانوی ہند میں منتقل کیا جارہا ہے اس کے انسداد کے لئے خصوصی انتظام ضروری معلوم ہوتا ہے۔ لہٰذا اس مسئلہ کی جانب حکومت اور عوام کو متوجہ کرنا اپنا فرض سمجھتی اور حکومت سے زیادہ عوام سے اپیل کرتی ہے کہ وہ اجناس کے مخفی ذخائر کا پتہ لگا کر اس کی مدد کریں اور ان لوگوں کو مصائب سے بچائیں جو ...

(۳) جماعت ہٰذا کی یہ غور کردہ رائے ہے کہ اتنا بڑے نقصان جو پیدا ہوتی ہیں جن میں اشیائے خوردنی کے علاوہ دیگر ضروریات اشیائے زندگی شامل ہیں اس وقت تک بیرون ملک محروسہ سرکار عالی منتقل کرنے کی اجازت نہ دی جائے جب تک کہ ضرورت مقامی کی تکمیل نہ ہو۔ اور جو بھی اشیاء تجارتی بیرون ملک محروسہ سرکار عالی روانہ کی جائیں ان کے معاوضہ میں دیگر اشیاء جن کی ملک محروسہ میں ضرورت ہے حاصل کرنے کی کوشش کی جائے۔ اس سلسلہ میں ہم کو توقع ہے کہ تجارتی مشکلات بھی ...

قوم پرست مسلمانوں کا موقف

(بقیہ سلسلہ صفحہ (۱))

بولتی ہیں مختلف مذاہب کی حامل ہو سکتی ہیں۔ اس کے باوجود وہ یکرنگی وحدت تشکیل دے سکتی ہیں جیسے پٹھان، سندھی، کشمیری، پنجابی، راجستھانی، بہاری، بنگالی وغیرہ مثلاً پنجابیوں کو یہ ایک جداگانہ اور آزاد قوم ہے جو ہندوستان کے اندر بستی ہے مختصر یہ کہ قومی یا فرقہ واری جماعت بندی سے زیادہ سیاسی جماعت بندی اور دوامی یونین کو اہمیت حاصل ہے۔ ایک قوم پرست مسلمان اُردو بولنے والے مسلمانوں اور پشتو بولنے والے پٹھانوں کو ہم قوم نہیں سمجھتا گو اس میں شک نہیں کہ یہ دونوں ایک ہی مذہب کے ارکان ہیں بالکل اسی طرح جس طرح کہ سویڈن کے عیسائی اور یونان کے عیسائی ایک ہی فرقے سے تعلق رکھتے ہیں لیکن ہم قوم نہیں ہیں۔ اسی طرح سندھی اور بہاری ہندو ایک ہی کے فرقے سے تعلق رکھتے ہیں لیکن وہ ایک ہی قوم کے فرد نہیں۔ وسیع تر مفہوم میں وہ تمام لوگ جو ہندوستان میں رہتے ہیں ہندوستانی ہیں جس طرح کہ وہ تمام لوگ جو روس میں رہتے ہیں روسی کہلاتے ہیں۔ لیکن پٹھان، پنجابی، تامیل، گجراتی، اور بنگالی وغیرہ یکرنگی یعنے لسانی اور سماجی وحدت کی بنا پر اپنے آپ کو ایک علحدہ اور جداگانہ قوم کہہ سکتے ہیں خواہ ان کے مذہبی عقائد کچھ ہی ہوں۔ انتہا پسند مسلمان جو دو قوموں کے نظریہ پر زور دیتے ہیں، اسی طرح غلطی پر ہیں جس طرح کہ انتہا پسند ہندو جو فرقے اور قوم کے مفہوم کو گڈمڈ کر دیتے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ قوم کا تصور بالکل جدید ہے جو غلطی سے مذہبی فرقوں پر منطبق کیا جاتا ہے۔ اس اصول پر ساری دنیا کی بدھستی، عیسائی، اور مسلم آبادی کو تین بڑی قوموں میں تشکیل دی جانی چاہئے۔ لیکن تاریخ میں ایسا کبھی نہیں ہوا۔ معاشی اغراض کی وجہ سے جب ماضی میں عیسائی عیسائی کے خلاف، مسلمان مسلمان کے خلاف اور ہندو ہندو کے خلاف برسرپیکار رہا ہے۔ سوال صرف یہ ہے کہ سماجی اور مذہبی اختلافات کے باوجود آزاد سیاسی اور معاشی جماعت بندی کس طرح ہو۔

کوئی شخص صحت کے ساتھ یہ پیش قیاسی نہیں کر سکتا کہ دنیا کا سیاسی مستقبل کیا ہوگا! قرائن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مختلف ممالک کا باہمی تعاون اور اتحاد وسیع تر ہو جائے گا۔ اور وہ ایک دوسرے پر انحصار کریں گے۔ اسی اصول پر ہم چاہتے ہیں کہ سارے ہندوستان کی ایک واحد یونین ہو اور اس یونین میں ایسی جاذبیت ہو کہ ہمسایہ ممالک اس یونین میں شریک ہو کر اس اتحاد کو وسیع کر دیں۔ ایسا وسیع تر سیاسی اتحاد معاہدات کے ذریعہ یا آزاد شرکت سے حاصل کیا جا سکتا ہے اگر یہ مطلوبہ نتیجہ حاصل ہو سکے تو طریقہ کار زیادہ اہمیت نہیں رکھتا۔ اس سے کیا بحث کہ نیپال حیدرآباد، یا کشمیر، یا کاٹھیاواڑ کی ریاستیں ہندوستانی یونین میں آزاد شرکت کے ذریعہ داخل ہوں یا بذریعہ معاہدات۔ اس کا دارومدار تو شریک ہونے والی وحدت کی خود ارادیت پر ہے۔

قوم پرست مسلمانوں کے یہ چند سیاسی عقائد ہیں ان عقائد میں انتہا پسند ہندوؤں یا مسلمانوں کو مشتعل کرنے والی کوئی چیز نہیں۔ قوم پرست مسلمان جیسے ہندوؤں اور مسلمانوں سے اپنی ہمدردی کا اظہار کرتے ہیں جو ایسے منصفانہ نظام کی تائید کرتے ہوں جو تسلط اور معاشی لوٹ پرستی ہو اور جو آنے والی نسلوں کے لئے بے حد مضر ہو۔

(ببی کرانیکل)

ذرائع حمل و نقل اور جنگ

(بقیہ سلسلہ صفحہ (۵))

اس مسئلے کے حل کی کیا صورت ہے۔ اس کا حل موجودہ حالات کے تحت صرف ایک ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ تمام غیر ضروری ٹریفک کو حتی الامکان کم کرنے کی کوشش کی جائے تاکہ موجودہ وسائل حتی الامکان ضروری ٹریفک کے لئے استعمال اور محفوظ ہو سکیں۔ ضروری ٹریفک کی تعریف میں وہ تمام ٹریفک شریک ہے جو قومی اغراض سے براہ راست یا بالواسطہ متعلق ہو۔ اس کے بعد سیول آبادی کے لئے اشیائے مایحتاج کی بہم رسانی ان مطالبات کو پورا کرنے کے بعد غیر ضروری ٹریفک کا نمبر آتا ہے غیر ضروری ٹریفک میں وہ تمام چیزیں اور نقل و حمل کے وہ تمام مطالبات شامل ہیں جو قومی ضروریات سے متعلق نہیں ہیں بلکہ ان کا تعلق افراد سے ان کی انفرادی اغراض کے لئے ہے۔ مثلاً محض تفریح کی غرض سے سفر کرنا یا ایسی چیزوں کا مانگنا یا بھیجنا جو سامان تعیش کی تعریف میں آتا ہے۔ غیر ضروری ٹریفک سمجھا جاتا ہے۔

غیر ضروری ٹریفک کو روکنے کی مہم

سررشتہ ریلوے کی جانب سے شائع شدہ اپیل کی اصل غایت یہی ہے کہ یہ غیر ضروری ٹریفک کسی نہ کسی صورت سے کم ہو جائے۔ اسی مقصد کے تحت کرایوں میں اضافہ کر دیا گیا ہے۔ ایک ایسے سررشتے کے لئے جس نے گذشتہ چند سالوں میں تفریحی سفروں، کرایوں میں رعایتوں اور دیگر ذرائع سے ٹریفک کو فروغ دینے کی لگاتار کوشش کی ہو یہ امر ضرور تکلیف دہ ہے کہ اب اسی ٹریفک کو کم کرنے کے لئے خاص پروپیگنڈا کرنا پڑے۔ ہر زمانہ میں ہر نوع کے حالات کے تحت قومی زندگی میں تغیر و تبدل ہوتا رہا ہے۔ قومی مذاق بدلتا ہے۔ قومی ضروریات بدلتی ہیں۔ ان بدلتی ہوئی ضروریات کی تکمیل کے لئے وسائل میں بھی مناسب ردوبدل ہوتا رہتا ہے۔ اس وقت آپ کی قومی ضروریات اس کی متقاضی ہیں کہ نقل و حمل کے وسائل کو حتی الامکان ضروری ٹریفک کے لئے محفوظ کر دیا جائے۔ اس میں ممکن ہے کہ آپ کو تکلیف ہو۔ اس پالیسی کے قیود آپ کو ناگوار خاطر ہوں لیکن یہ ایثار کا وقت ہے۔ اس عارضی تکلیف کو گوارا کیجئے اور ملکی ضروریات کی تکمیل کے لئے انتظام میں ہمارا ہاتھ بٹائیے۔ یہ آپ کا اور ہمارا دونوں کا قومی فرض ہے۔

دواخانہ عثمانیہ

کے نمبروں کے موافق عینکیں بنا کر دیجاتی ہیں

فریم و کروکس گلاس بیٹری وغیرہ ملتے ہیں

حاجی عنایت علی یوسف علی چارمینار حیدرآباد

کفایت کی خاطر

ریڈیو لیگ کے رکن بن جائیے

لاوڈ اسپیکر کرایہ پر دیئے جاتے ہیں

پرانے ریڈیو درست اور فروخت کیے جاتے ہیں

ریڈیو ہاسپیٹل

ٹوپ کا ساپخہ حیدرآباد

چند جدید اور گران قدر کتابیں

عہد نبوی کا نظام تعلیم :- از ڈاکٹر حمید اللہ (استاذ جامعہ عثمانیہ) ۱؎

عربی حبشی تعلقات :- از نو دستیاب شدہ مکتوب بنام نجاشی (استاذ جامعہ عثمانیہ) ۱؎

امام ابو حنیفہ کی تدوین قانون اسلامی :- از ڈاکٹر حمید اللہ صاحب استاذ جامعہ عثمانیہ ۱؎

قرآن اور سیرت سازی :- از ڈاکٹر میر ولی الدین (استاذ جامعہ عثمانیہ) ۱؎

تاریخ عطیات آصفی :- از نصیر الدین ہاشمی ۲؎

تاریخ بہادر شاہی (تلخیص) مصنفہ جگ جیون داس ریشتنشاہ عہد اورنگ زیب) از مرزا فرحت اللہ بیگ (بی اے) مترجمہ غلام یزدانی (ایم اے) ۱؎

تاریخ بیدر :- از سید باسط علی پروفیسر عبدالمجید صدیقی نے شروع میں ایک جگہ لکھا ہے "موصوف نے بڑی محنت سے یہ تاریخ مواد جمع کیا ہے"۔ ۱؎

نیز :- اردو ادب کی جملہ قدیم جدید کتابیں حیدرآباد کی کل مطبوعات ہمیشہ اس قدیم ادارہ سے طلب فرما کر سرپرستی فرمائیے۔

فہرستیں مفت

مکتبہ ابراہیمیہ حیدرآباد دکن

پارچہ جات

الیف۔ ڈی۔ خان اینڈ کمپنی

محی الدین بلڈنگ حیدرآباد

مہاراجہ ویجیٹیبل ہیر آئیل

طلائی تمغہ یافتہ

بالوں کو بڑھاتا سفیدی کو روکتا ہے دماغ کو قوت

آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچاتا اور فرحت بخشتا ہے

قیمت فی شیشی (۱؎)

بھگوان اینڈ کمپنی گلزار حوض حیدرآباد

دیسی صنعت

حیدرآباد کے کاریگروں کے ہاتھ سے بنائے ہوئے

خوش نما شیروانی بٹن

جو ہر قسم کے کپڑوں پر موزوں ہو سکتے ہیں

قیمت (۱؎)

(ملنے کا پتہ)

محمد عبدالرحمن جنرل مرچنٹ مچھلی کمان حیدرآباد

عزیز

برادران

تاجران غلہ

نظام شاہی روڈ

حیدرآباد دکن۔

مطبوعہ برقی چار مینار پریس میں چھپ کر باہتمام سید حسن (عثمانیہ) دفتر حکمت ساپخہ توپ سے شائع ہوا۔